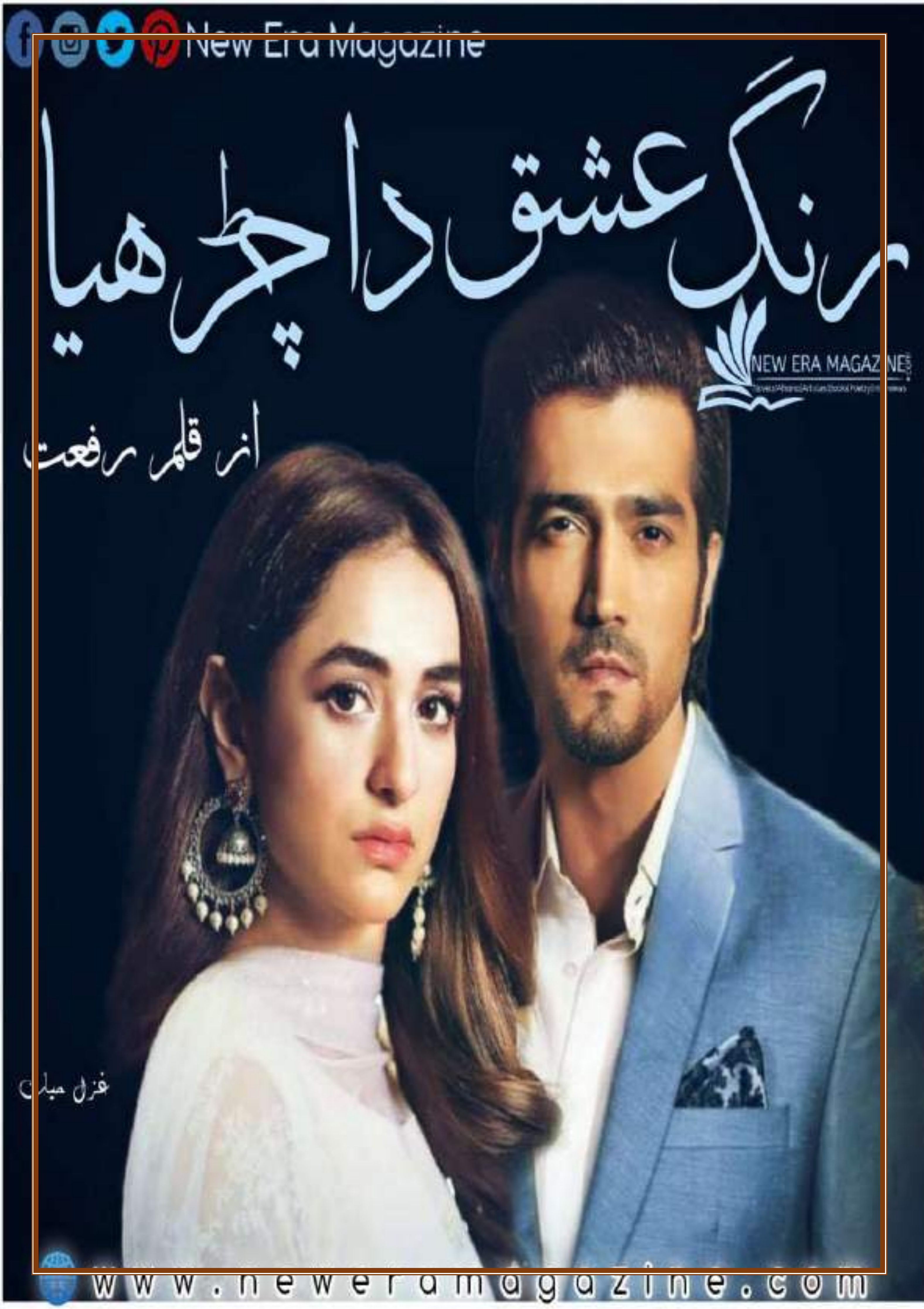
New Era Magazine
رنگ عشق دا چڑھیا
از قلم رفعت
NEW ERA MAGAZINE
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رنگ عشق دا چڑھیا

از قلم رفعت فاطمہ

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاءاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

صبح نقرئی اجالے بکھیرتی طلوع ہو چکی تھی۔ مگر یوسفزئی ہاوس پہ اسی روشن صبح کے تمام اجالوں پہ غم والم کی تاریکی پنجے گاڑے بیٹھی تھی۔ مومن رات بھر ہسپتال گزارنے کے بعد ابھی گھر کچھ ضروری سامان لینے آیا تھا۔ جب سیڑھیاں چڑھتے اس کی نظر لاؤنج میں بیٹھے چائے پیتے ضامن یوسفزئی پر پڑی۔ وہ الٹے قدموں سیڑھیاں اترتا لاؤنج کہ جانب بڑھا۔

مجھے تو لگتا تھا کہ دوسروں کے لیے ہی آپ بے حس اور بے رحم ہیں۔ مگر مبارک ہو آپ کے سینے میں موجود پتھر کو توجواں سال بیٹے کی تدفین نے بھی موم نہیں کیا۔ مومن ضامن یوسفزئی کے سامنے صوفے پہ ٹانگ پہ ٹانگ جماتا صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھتا ہوا بولا۔ آنکھیں سرخ انگارہ تھیں۔ اور بنا پلک جھپکے وہ سرد نظروں سے ضامن یوسفزئی کو گھور رہا تھا۔

کیا بکواس ہے یہ؟؟ باپ سے بات کرنے کی تمیز بھول گئے ہو ناخلف؟ ضامن یوسفزئی گرجے۔

کون باپ؟؟ وہ جسے کسی گم نام قبر میں سلا دیا۔ یا یہ۔ مومن نے سرخ انگارہ ہوتی آنکھوں سے ٹپکتے موتی کو رگڑ کر صاف کرتے ہاتھ سے سامنے بیٹھے ضامن یوسفزئی کی

جانب اشارہ کیا۔

یا یہ جو کرائے کا باپ ہے۔اور ہاں یہ بکواس تواب روز ہو گی۔آپ کو سننا بھی پڑے گی۔لہذا عادت ڈال لیں۔مومن ایک ایک لفظ چبا کر بولتا اٹھ کھڑا ہوا۔

تم جس آگ سے کھیلنے جارہے ہو لڑکے بتارہا ہوں بہت اذیت خرید و گے خود کے لیے۔موت کی بھیک مانگو گے۔زندگی اتنی عذاب کردونگا۔ضامن یوسفزئی نے بھی اسکی آنکھوں سے سب جان لینے کے رنگ پڑھ لیے تھے لہذا مزید انجان بننے کی بجائے انہوں نے بھی کھل کے کھیلنا مناسب سمجھا۔جبھی مومن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غراتے ہوئے بولے۔

اوہ میں ڈر گیا۔مومن ہاتھ ہونٹوں پہ جماتے ہلکا سا پیچھے سرکا۔جبکہ آنکھوں میں سرد پن اور تمسخر ہلکورے لے رہا تھا۔

ضامن یوسفزئی صاحب الٹی گنتی گننا شروع کرلیں۔میں زمان یوسفزئی کا بیٹا ضرور ہوں مگر زمان یوسفزئی جتنا بھولا اور بے خبر نہیں ہوں۔سمجھ لیا؟؟مومن دانت پہ دانت جمائے ہوئے بولا۔

کیا کرو گے تم؟؟؟ہاں؟؟مومن کے منہ سے زمان یوسفزئی کا نام سن کر ضامن یوسفزئی اندر تک ہل گئے تھے۔مگر خود کو کمپوزر کھتے ہوئے سرد لہجے میں اس سے استفسار کرنے لگے۔

گڈ کوئسچن۔لیکن میں یہ آپ کو کیوں بتاؤں کہ میں کیا کروں گا؟؟؟مومن دونوں ہاتھ جینز کی جیبوں میں پھنساتے اٹھ کھڑا ہوا۔

تم گھٹیا احسان فراموش انسان تمہاری بدکردار ماں تمہارے باپ کے مرنے کی وجہ تھی۔اسکے عاشق نے مارا تھا تمہارے باپ کو۔ضامن یوسفزئی کف اڑاتے ہوئے بولے۔

بس۔اپنی بکواس یہیں بند کرلیں۔ورنہ مجھے آپکی زندگی ختم کرتے ہوئے ہرگز کوئی افسوس نہیں ہوگا۔مومن دھاڑتے ہوئے ضامن یوسفزئی کی جانب بڑھا۔ضامن یوسفزئی بے ساختہ پیچھے ہٹے اور صوفے پہ گرنے کے انداز میں بیٹھے۔

ایک ایک لفظ ایک ایک عمل کا حساب دینا ہوگا یوسفزئی صاحب۔مومن صوفے کی پشت پہ ہاتھ ٹکاتے جھکتے ہوئے بولا۔اور پھر جھٹکے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہنہہ۔ضامن یوسفزئی نے گہرا سانس لے کر خود کو کمپوز کیا۔

زوہیب اور قائم خان سے بات کرنا ہو گی۔خود کلامی کے انداز میں بولتے وہ تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھے۔

🌹🌹🌹🌹🌹🌹🌹🌹🌹

السلام علیکم از دیئر انساب علی؟مومن نے فون کان اور کندھے کے درمیان پھنسا کر المازی سے کپڑے نکالے۔

یس انساب ہئیر۔انساب بال تیزی سے برش کرتے ہوئے بولا۔وہ واپس جاب پہ آچکا تھا اور اب مکمل یونیفارم میں ملبوس ڈیوٹی پہ جانے کو تیار کھڑا تھا۔

مومن ہئیر۔آپ ابھی گھر ہی ہیں یا چلے گئے ہیں جاب پہ؟مومن کپڑے نکال کے بیڈ پہ پھینکتا ہوا بولا۔

نہیں میں تو اس وقت ڈیوٹی کے لیے نکل رہا ہوں۔آپ مجھے کمنگ اپ ویک اینڈ پہ ملیے گا۔انساب شوز کے تسمے کستا ہوا بولا۔

اوہ۔اوکے دین سی یو سون فی امان اللہ۔مومن کہتا ہوا کال ڈراپ کر گیا۔انساب نے

فون پاکٹ میں ڈالا اور کیپ اٹھا کے باہر نکل گیا۔ جبکہ دوسری جانب مومن بھی الجھے کھولتے دماغ کے ساتھ کپڑے اٹھا کر فریش ہونے کیلیے واش روم کی جانب بڑھ گیا

❤️❤️🖤🖤🖤❤️❤️

مومن۔ صالحہ بیگم کے بیڈ کے قریب پڑی کرسی پہ بیٹھی مرحہ نے گم سم سے انداز میں پکارا۔

ہوں۔۔۔ دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے مومن نے بھی کھوئے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یہ۔۔ یہ ایک برا خواب ہے ناں؟؟ ابھی میں جاگوں گی تو سب ٹھیک ہو گا۔ تم اور زونی بھیا ناشتے کی ٹیبل پہ ہو گے بابا تمہیں ڈانٹ رہے ہونگے۔ اور میں یہ دیکھ کر شکر کا گہرا سانس لے کے ساری کلفت نکال دوں گی۔ ایک خوشی بھری ہنسی ہنسوں گی۔

لیکن۔۔۔۔۔ لیکن مومن۔۔۔۔۔ پچھلے چوبیس گھنٹے ہو گئے میرا خواب ٹوٹنے کا نام نہیں لے رہا۔ مرحہ آنسوؤں سے بھیگے چہرے کو رگڑ کر صاف کرتی مومن کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

مومن نے جلتی ہوئی آنکھوں سے بہتے پانی کو ہاتھ کی پشت سے پونچھا۔ اور آگے بڑھ

کے مرحہ کو اپنے ساتھ لگائے اس کا سر تھپکنے لگا۔

مرحہ میرے بچے۔یہ حقیقت ہے۔گزر چکا ہے یہ طوفان ہم پہ۔مومن صالحہ بیگم کے بیڈ کی پائنتی کی جانب بیٹھتے ہوئے بولا۔

مرحہ ہچکیاں لیتی رو رہی تھی۔اور مومن صالحہ بیگم کے سپید رنگت والے چہرے کو یک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔جبھی اسکے ذہن کے پردے پہ صبح کا منظر لہرایا جب وہ واپس ہاسپٹل آتے ہوئے ضامن یوسفزئی سے ٹکرایا۔

سنو لڑکے۔مومن دھڑا دھڑ سیڑھیاں اترتا ملازمہ کو کھانا پیک کرنے کا بولتا لاؤنج میں آیا جب اپنے کمرے سے نکلتے ضامن یوسفزئی نے اسے پکارا۔مومن کے چہرے پہ تلخ سی مسکراہٹ ابھری مگر اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

تمہیں سنائی دے رہا ہے یا نہیں؟اب کے ضامن یوسفزئی قدرے بلند لب و لہجے میں بولے۔مومن ایک جھٹکے سے انکی جانب پلٹا۔اور دونوں ہاتھوں سے اپنی جانب اشارہ کرکے انہیں استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

مجھے کچھ کہہ رہے ہیں یوسفزئی صاحب؟مومن سرد لہجے میں بولا۔

ہاں۔جو بکواس تم نے کرنی تھی کر چکے۔اب ایک لفظ مزید نہیں۔آخری بار مہلت دے رہا ہوں دوبارہ وارن نہیں کروں گا۔ضامن یوسفزئی گرج کر بولے۔

آپ کا حکم سر آنکھوں پہ۔کہیں تو چوڑیاں پہن کر گھونگھٹ نکال کر گھر میں بیٹھ جاتا ہوں۔مومن تمسخرانہ لہجے میں بولا۔

زیادہ مسخرہ گیری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اور صالحہ بیگم سے کہہ دینا کہ اب ناٹک بازی بند کرے اور ہسپتال کا بستر چھوڑ کر گھر واپس آئے۔مہمانوں کا تانتا بندھا ہوا ہے اور وہ ہسپتال کو کمبل ہو گئی ہے۔ضامن یوسفزئی نے سرد لہجے میں کہا۔

مجھے لگتا تھا کہ آپ گھٹیا انسان ہیں۔مگر نہیں آپ تو گھٹیا ترین ہیں یار۔مومن دو انگلیوں کو تھوڑی پہ رکھتے مصنوعی تعجب سے بولا۔اور سر جھٹکتا تیزی سے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

اور اب سامنے صالحہ بیگم جو ہوش و خرد سے بیگانہ پڑی تھیں۔جنہوں نے جوان بیٹے کو کھونے کا صدمہ جھیلا تھا۔اور دوسری طرف وہ ضامن یوسفزئی۔مومن نے گہرا سانس بھرا۔

گھٹیا آدمی۔ وہ زیر لب بڑبڑایا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥

مومن مرحہ کو بمشکل گھر بھیج کر اس وقت صالحہ بیگم کی پٹی سے لگا بیٹھا تھا۔ صالحہ بیگم کا ہاتھ سہلاتے وہ ماضی کی بھول بھلیوں میں جا پہنچا تھا۔

ایک تیز روشنی سی اسکے دماغ میں پھیلی جس نے اسے حال سے بیگانہ کر کے 22 سال پہلے کے اس منظر میں پہنچا دیا تھا۔

زمان صاحب میں آپ سے کہہ رہی ہوں دوبارہ ضامن لالہ گھر نہیں آئیں گے۔ آپ کی غیر موجودگی میں۔ انہیں خود اپنے الفاظ میں منع کر دیں۔ گل خانم بھیگی آنکھیں اور متورم چہرہ لیے ہوئے بول رہی تھیں۔

خانم کیا ہو گیا ہے آپ کو؟؟ ضامن لالہ بھی شکایت کر رہے تھے۔ زمان یوسفزئی نے گل کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے قریب بٹھایا۔

گل خانم نے بھیگی پلکیں اٹھا کر ایک لمحے کو زمان یوسفزئی کے بھولے بے خبر چہرے کو دیکھا۔ اور پھر جو غبار اتنے سالوں سے نہ بتا سکی تھیں نہ دکھا سکی تھیں۔ وہ سب بتاتی

چلی گئیں۔

رر شتہ طے ہونے کے بعد ضامن یوسفزئی کا کالج آنا۔زمان سے رشتہ توڑنے اور انکار کہ صورت میں سنگین نتائج کی دھمکی دینا۔اور پھر شادی کے بعد وہ تمام ذہنی اذیتیں جو گل نے ضامن یوسفزئی سے وصول کی تھیں۔

گل کے منہ سے نکلنے والے ہر لفظ کے ساتھ زمان کے چہرے کے رنگ بدلتے جارہے تھے۔بات مکمل کرکے ہچکیاں لیتی گل نے ساکن بیٹھے زمان کا ہاتھ تھاما۔تو وہ چونک کر جیسے کسی ٹرانس سے باہر آئے۔سامنے متورم چہرہ لیے بیٹھی محبوب بیوی کو دیکھا اور بے ساختہ اسے خود سے لگائے اس کا سر تھپکنے لگے۔

کچھ لمحے بعد جب گل کی ہچکیاں تھمیں۔تو زمان یوسفزئی تیزی سے انہیں خود سے الگ کرتے باہر کی جانب بڑھے۔

زمان۔۔زمان کہاں جارہے ہیں؟؟؟گل نے تیزی سے باہر جاتے زمان کے پیچھے جانا چاہا۔مگر روتا ہوا چار سالہ مومن تیزی سے بھاگتا گی کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔

رحمتے بی۔۔۔رحمتے بی جلدی آئیں۔۔گل مومن کو گود میں اٹھا کر تھپکتے ہوئے باہر

نکلی اور ملازمہ کو آواز دی۔

غضب ہو گیا بی بی جی اللہ سائیں خیر کرے۔رحمتے بی ہانپتی کانپتی ہوئی آئیں۔

کیا ہوا رحمتے بی؟؟گل پریشان سی آگے بڑھی۔

گل بی بی۔۔وہ۔۔وہ زمان صاحب۔۔وہ بڑے صاحب(عبدالرؤف یوسفزئی)کے کمرے سے پستول لے کر گیراج کی طرف گئے ہیں۔رحمتے بی ہانپتے ہوئے لہجے میں بولیں۔

آپ یہ مومن کو دیکھیں زرا۔گل نے روتے ہوئے مومن کو رحمتے بی کو تھمایا۔اور خود چادر درست کرتی گیراج کی جانب بھاگی۔

زمان زمان رکیے۔گل بھاگتی ہوئی پورچ میں پہنچی۔جہاں سے گیٹ سے نکلتی ہوئی زمان یوسفزئی کی گاڑی نظر آئی جو اسکی پکار کو ان سنا کرتا گاڑی نکال کر جا چکا تھا۔

گلاب خان۔۔گلاب خان گاڑی نکالو جلدی۔گل نے مومن کو روتے ہوئے اپنی جانب آتے دیکھا اور بھاگ کر اسے گود میں اٹھاتی رحمتے بی کی ہائیں ہائیں کو نظر انداز کرتی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولتی اندر آ بیٹھی۔ساتھ ساتھ گلاب خان کو گاڑی جلد

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

چلانے کی ہدایت کی۔

بی بی جی جانا کہاں ہے؟؟ گلاب خان گاڑی گیٹ سے نکالتا ہوا بولا۔

زمان صاحب کی گاڑی کو فالو کرو۔ گل نے چادر درست کی۔اور مومن کو خود میں بھینچ لیا۔دل میں بہت سے اندیشے اور وسوسے ناگ بن کر پھن پھیلائے بیٹھے تھے۔وہ زیر لب آیت کریمہ کا ورد کرتی مومن کے ماتھے پہ ماتھا ٹکائے بیٹھی تھی۔ماں کی آنکھوں کی نمی اور ضامن تایا کا ذکر کرتے ہوئے چہرے پہ پھیلی نفرت، باپ کا غصے میں گھر سے نکلنا یہ سب چار سالہ مومن کے ننھے ذہن میں اٹکا ہوا تھا۔اور ان الجھے خیالات میں ایک بات مومن کے دماغ میں واضح تھی کہ ضامن تایا برے ہیں۔

گاڑی تیزی سے منزل کی جانب رواں دواں تھی۔ کھڑکی کے باہر دوڑتے مناظر عجب سکوت اختیار کیے ہوئے تھے۔چند گھنٹوں کی بلا توقف مسافت کے بعد دونوں گاڑیاں آگے پیچھے راولپنڈی کے مضافات میں واقع ایک گھر کے سامنے رکیں۔

زمان گاڑی سے نکل کر جا چکا تھا۔گل بھی مومن کو اٹھائے اس گھر کے اندر کی جانب بھاگی۔

گھر میں داخل ہوتے ہی ایک لحیم شحیم شکل سے غنڈے نظر آتے ایک آدمی نے گل کا راستہ روکا۔

اوبی بی کون ہو کس سے ملنا ہے؟؟اس نے بدتمیزی سے گل کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔

مسز زمان ہوں میں۔ گل نے غراتے ہوئے اسکا ہاتھ جھٹکا۔اور تیز قدموں سے گھر کی مرکزی عمارت کے دروازے کی جانب بڑھی۔ابھی وہ دو چار قدم کے فاصلے پہ ہی تھی جب اسے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ گل کے قدم کسی انہونی کے احساس نے سست کر دیے۔ بے جان ہوتے ہوئے ہاتھوں سے اس نے مرکزی عمارت کے مین ڈور کی ناں گھمائی۔چرر کی آواز سے دروازہ کھلتا چلا گیا۔اور سامنے کے منظر کو دیکھ کر گل چیختی ہوئی اندر کی جانب بھاگی۔

سر۔۔۔ سر۔۔۔ نرس کی آواز مومن کو ماضی کے تلخ مناظر سے واپس حال میں لے آئی۔

جج جی فرمایئے۔ مومن ہڑبڑا کر بولا۔

آپ کی پیشنٹ کی حالت اب خطرے سے باہر ہے بلکہ یہ بہت تیزی سے ریکور کر رہی

ہیں۔نرس نے صالحہ بیگم کا بی پی چیک کرتے ہوئے کہا۔

مومن نے ایک نظرا نہیں دیکھا جو کمرے کی چھت پہ نظریں جمائے جانے کیا کھوج رہی تھیں۔

کچھ دیر میں ڈاکٹر راؤنڈ پہ آئیں گے۔ ممکن ہے کہ آج ڈسچارج کر دیں۔نرس پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ اطلاع دیتی جا چکی تھی۔

اب کیسی طبیعت ہے مما جان ؟؟مومن نے نرمی سے انکا ہاتھ تھاما۔صالحہ بیگم نے چھت سے نگاہیں ہٹا کر مومن کی جانب دیکھا۔

مومن۔۔صالحہ بیگم بھرائی ہوئی مدھم آواز میں بولیں۔

جی مومن کی جان۔ حکم۔۔مومن گلے میں اٹکتے آنسوؤں کو نگلتا چہرے پہ مسکراہٹ سجاتا مصنوعی شوخی سے بولا۔

مجھے معاف کر دو بیٹے۔ایک آنسو صالحہ بیگم کی آنکھ سے نکل کر انکی کنپٹی کے بالوں میں جذب ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کیسی باتیں کرتی ہیں مما۔ مومن تڑپ ہی تو اٹھا۔

بیٹا۔۔۔۔ابھی صالحہ بیگم کچھ کہنے ہی والی تھیں جب دروازے پہ ہلکے سے ناک کے ساتھ ڈاکٹرز اندر داخل ہوئے۔ تو صالحہ بیگم خاموش ہو گئیں۔

ڈاکٹرز چیک اپ میں مصروف ہو گئے مومن صالحہ بیگم کے قریب ہی کھڑا تھا۔ جب موبائل فون کی رنگ بجی۔

فون جیب سے نکالتے وہ کچھ فاصلے پہ ہوا۔ مرحہ کی کال تھی۔

ہاں بولو گڑیا۔ مومن دھیمی آواز میں بولا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مومی میں ہاسپٹل آرہی ہوں کچھ چاہیے تو نہیں؟؟ مرحہ کی مصروف سی آواز ابھری۔

نہیں۔۔ مما کو شاید ڈاکٹرز آج ڈسچارج کر دیں۔ ابھی چیک اپ کر رہے ہیں۔ مومن گہرا سانس لے کر بولا۔

اوکے دین آئم کمنگ فی امان اللہ۔ مرحہ کہنے کے ساتھ ہی کال ڈراپ کر چکی تھی۔

مومن فون پاکٹ میں رکھتا صالحہ بیگم کی جانب آیا۔ ڈاکٹرز چیک اپ مکمل کر چکے تھے۔ اور آج شام ڈسچارج کرنے کی نوید سناتے کچھ ادویات تجویز کرتے اور ہدایات

دیتے باہر چلے گئے۔مومن گہرا سانس بھرتا پھر سے صالحہ بیگم کے قریب آبیٹھا۔

مومن۔۔صالحہ بیگم دھیرے سے گویا ہوئیں۔

جی مما۔مومن محبت بھرے لہجے میں بولا۔

اب جو میں تمہیں بتانے جارہی ہوں۔اسکے بعد وعدہ کرو کہ تم میرے لیے اپنا دل برا نہیں کرو گے۔ایک بیٹا کھو چکی ہوں۔اب تم دور مت ہونا مجھ سے۔صالحہ بیگم مومن کی جانب دیکھتے التجائیہ لہجے میں بولیں۔

مما کیسی باتیں کررہی ہیں۔آپ کچھ نہیں بولیں۔ڈاکٹرز ابھی آپ کو اسٹریس لینے سے منع کر کے گئے ہیں۔مومن نے ان پہ چادر درست کرتے ہوئے کہا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مومن بیٹا آج مجھے خاموش ہونے کامت کہنا۔آج اگر میں نہ بولی تو اس بات کی اسٹریس سے میرا دل پھٹ جائے گا۔صالحہ بیگم کی آنکھوں میں نمی ابھری۔

اوکے والدہ ماجدہ بتائیں۔مومن چیئر قریب کرتا بیٹھ گیا۔

اب سے بیس سال قبل۔۔۔۔۔صالحہ بیگم بولتے ہوئے حال سے کٹ کر ماضی کے اس خونچکاں دن میں جا پہنچی تھیں۔

ضامن صاحب غم غصے کی حالت میں گھر آئے۔

بھاگ گئی وہ زلیل عورت اپنے عاشق کے ساتھ میرے بھائی کو مار کر۔اور میرے بھائی کی نشانی کو نیم مردہ چھوڑ کر۔وہ ہذیانی انداز میں کف اڑاتے ہوئے بول رہے تھے۔ تمھیں لاکرانھوں نے میری گود میں ڈالا۔صالحہ بیگم کی آنکھوں سے بہتے آنسوا نکے تکیے میں جذب ہو رہے تھے۔مگر وہ ایک ٹک چھت کی جانب دیکھتیں اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھیں۔ماں کے بارے اس انداز میں ذکر کرنے پہ مومن کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔کنپٹیوں پہ خون نے ٹھوکریں ماریں۔مگر وہ خود کو کمپوز کیے بیٹھارہا۔

گل خانم میرے لیے بہنوں جیسی تھی۔ضامن صاحب کے لاکھ اختلافات سہی مگر ہم دونوں کی بہت اچھی دوستی رہی۔وہ بہت سلجھی ہوئی نرم خو سی لڑکی تھی۔بالکل پھولوں کی نازک ڈال کے جیسی۔صالحہ بیگم بہتے آنسوؤں کے ساتھ مبہم سا مسکرائیں۔ مومن کی آنکھوں میں ریت سی چبھی۔نمی سی ابھری۔مگر وہ ہنوز خود کو کمپوز کیے بیٹھا تھا۔

وہ اس وقت خاندان بھر کی واحد اور پہلی لڑکی تھی۔جو یونیورسٹی تک پڑھنے گئی تھی۔ مگر اس نے اپنے بڑوں کی جانب سے دی گئی آزادی کا کبھی غلط استعمال نہیں کیا۔وہ

آنے والی نسلوں کے لیے خود کو مثال بنانے میں جتی رہی۔ پھر وہ معلمہ بن گئی۔ ایک بڑے کالج میں پڑھانے لگ گئی۔ اس سب عرصے میں میری اس سے کوئی چار چھ ملاقاتیں ہوئیں۔ مگر میں قسم کھا کے کہتی ہوں کہ وہ ایک باحیا پاک باز اور نیک عورت تھی۔ مگر ضامن صاحب سے شادی کے بعد میں نے ہمیشہ انہیں گل کے خلاف پایا۔ انہیں اس کے یونیورسٹی میں پڑھنے پہ اعتراض تھا۔ بلکہ وہ کو ایجوکیشن کے سخت مخالف تھے تب۔ وقت گزرا۔ بی جاناں اور باباجان اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ضامن صاحب اور زمان لالہ کے تعلقات میں کچھ کشیدگی آگئی۔ مگر زمان لالہ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ضامن صاحب نے زمان لالہ سے روابط استوار کیے۔ اور خود بھی بار ہا چکر لگاتے اور زمان لالہ کو بھی اصرار کرتے کہ پشاور سے راولپنڈی شفٹ ہو جائے۔ زمان لالہ بالکل گل کا پرتو تھے۔ نیک دل نرم مزاج۔ وہ تو بھائی کے ملنے پہ ہی سو دل و جان سے راضی تھے۔ مگر کچھ ہی دن گزرے کہ ضامن صاحب اس روح فرسا خبر کے ساتھ گھر داخل ہوئے کہ زمان لالہ نہیں رہے۔ تم بے ہوش تھے۔ تمہارے سر پہ چوٹ آئی تھی۔ اس چوٹ کی وجہ سے تم بھول گئے تھے۔ جو بھی واقعات تمہاری آنکھوں کے سامنے سے گزرے۔ تم ہم میں سے کسی کو بھی نہیں پہچانتے تھے۔ ضامن صاحب تمہاری اس حالت کو دیکھ کر کڑھتے اور گل کو برا بھلا کہتے۔ اس کے

خلاف ایف آئی آر کٹوادی مگر پولیس کے سات پاتال چھان لینے سے بھی انہیں گل نہیں ملی۔ صالحہ بیگم نے آنکھیں موندلیں۔ مومن اور صالحہ بیگم دونوں کے چہرے آنسوؤں سے تر تھے۔

میں کئی ایک سال ضامن صاحب کی فنکاری کے جال میں گمراہ رہی۔ گل کو غلط سمجھتی اسے برابھلا کہتی مگر تمہارے سامنے کبھی ذکر نہیں کیا۔ تم مجھے میرے ذوالنون کی طرح عزیز تھے۔ جب تم تیرہ سال کے تھے تب میں اس حقیقت سے واقف ہوئی کہ زمان لالہ کی قاتل گل نہیں بلکہ میرا اپنا شوہر ہے۔ صالحہ بیگم سسکیں۔ مومن نے اپنا چہرہ بے دردی سے رگڑا۔

جہاں وہ دونوں وجود سسک اٹھے تھے۔ وہیں ادھ کھلے دروازے سے اندر آتی مرحہ ساکت ہوگئی۔

اسے میری بزدلی سمجھو یا خود غرضی کہ میں اتنا عرصہ اس راز کو چھپائے رہی۔ ذوالنون کے جانے نے میرے دل میں دبے اس راز کو ایک پھانس بنادیا۔ میں تمہاری ماں نہیں اور ضامن صاحب تمہارے باپ نہیں ہیں۔ ضامن صاحب نے گل کو۔۔۔ گل۔۔۔

کو۔۔۔ایک۔۔۔طوائف۔۔۔۔کے ہاتھوں۔۔۔۔فروخت کر دیا۔۔۔۔صالحہ بیگم بات کرتے ہوئے آخر میں اٹک اٹک کر بولیں۔ مومن ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ مرحہ کو بھی ایک دم کمرے میں آکسیجن کی شدید کمی محسوس ہوئی۔ مومن پلٹا۔ سامنے کھڑی مرحہ کے وجود کو ایک طرف دھکیلتا باہر کی جانب بھاگا۔

کاریڈور میں سے بھاگتے قدموں سے گزرتے بہت سے لوگ اسکی جانب دیکھ رہے تھے۔ مگر اسے آس پاس کی ساری دنیا دھند میں ڈوبتی لگ رہی تھی۔ کانوں میں ایک ہی جملے کی بازگشت سنائی دے رہی تھی۔

ضامن صاحب نے گل کو ایک طوائف کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ مومن ہسپتال کی عمارت سے باہر نکل کر پارکنگ کی جانب آیا۔ چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ آنکھیں انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں۔ کانوں میں پگھلا سیسہ ڈالے جانے کی سی اذیت تھی۔ اس نے جھٹکے سے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ اپنے پیچھے اسے مرحہ کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ مگر وہ اس وقت سماعتیں پتھر کر چکا تھا۔ گاڑی تیزی سے ریورس کر کے پارکنگ سے نکالتا وہ لمحوں میں وہاں سے ہوا ہو گیا تھا۔

مرحہ تھکے ہارے انداز میں اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔ پھر واپس پلٹ کر تیز قدموں سے

اندر بھاگی۔ صالحہ بیگم کی حالت بھی اس سب کے بعد کچھ اچھی نہیں تھی۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

مومن گاڑی لرزتے ہاتھوں سے جیسے تیسے چلاتا گھر پہنچا۔ گاڑی پورچ میں روک کر بنا چابی نکالے وہ تقریباً بھاگتا ہوا گھر کے اندرونی حصے کی جانب بڑھا۔ لاؤنج میں رک کر اس نے دو انگلیوں سے ماتھے کو مسلا۔ پھر ضامن یوسفزئی کے روم کی جانب بڑھا۔

دروازہ دھڑ سے کھولتا وہ اندر داخل ہوا۔

روم میں کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے ڈریسنگ روم کا دروازہ کھولا وہ بھی خالی تھا۔ واش روم بالکونی ٹیرس ضامن یوسفزئی کہیں بھی نہیں تھے۔

مومن تیزی سے باہر نکلا۔

ساجد ساجد۔۔ گرجتے ہوئے اس نے کل وقتی ملازم کو آواز دی۔

جج جی جی صاحب۔ ملازم بھاگتا ہوا پہنچا۔

بڑے صاحب کہاں ہیں؟؟ مومن دانت پہ دانت جمائے ہوئے بڑے ضبط سے بولا۔

وہ تو جی ایس پی صاحب آئے تھے ان کے ساتھ گئے ہیں۔ ملازم نے اطلاع دی۔

ہمم۔۔مومن نے ہنکارا ابھرتے ہوئے ملازم کو ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا۔

کچھ سوچتے ہوئے مومن نے جیب سے سیل فون نکالا اور نمبر ڈائل کرتے ہوئے کان سے لگایا۔

ہاں فیضی۔۔کیسے ہو۔۔مومن سپاٹ لہجے میں بولا۔

اوکے۔فائن۔جو کام تمہارے ذمے لگایا تھا وہ۔۔۔۔مومن نے ٹھوڑی مسلتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی۔

ارے مومن بھیا۔آپ کام کہیں اور میں نہ کروں ایسا ہو سکتا ہے بھلا۔اسپیکر میں ایک خوشامدی سی آواز ابھری۔

جتنا پوچھا ہے اتنا جواب دو فی الوقت اتنا بتاؤ کہ ضامن یوسفزئی اور ایس ایس پی زوہیب شیرانی کہاں گئے ہیں؟؟؟مومن لہجے کو مزید سرد بنایا۔

جی جی مومن بھیا۔وہ دونوں اس وقت سینیٹر قائم خان کے گھر موجود ہیں۔دوسری جانب موجود بندہ مومن کے سرد و سپاٹ لہجے پہ فوراً ہی قاعدے میں آچکا تھا۔

ٹھیک ہے تم نظر رکھو اور مجھے اپ ڈیٹ کرتے رہنا۔مومن نے کال ڈراپ کرتے گہرا

سانس لے کر فون جیب میں رکھا۔اور چند لمحے یونہی کھڑے رہنے کے بعد وہ دوبارہ ضامن یوسفزئی کے روم کی جانب بڑھ گیا۔

🖤🖤🖤🖤🖤🖤🖤🖤

مما یہ کیا تھا سب۔ مرحہ نے روتی ہوئی صالحہ بیگم کا ہاتھ تھاما۔

مرحہ یہ مکافات عمل تھا۔جو تمہارے باپ نے بویا وہ ہم سب نے کاٹا ہے۔یہ دنیا مکافات عمل ہے اور اگر کوئی انسان سمجھتا ہے کہ وہ گناہ کرے گا اور اس کی پکڑ نہیں ہو گی تو اس کی یہ سوچ بہت ہی غلط ہے۔کبھی نہ کبھی اسے یہ قرض اتارنا ہی پڑتا ہے۔صالحہ بیگم بھرائی ہوئی آواز میں بول رہی تھیں۔

مگر مما بابا ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔میرے بابا تو اتنے نرم دل اتنے اچھے انسان ہیں۔مرحہ نے روتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

یہی سچ ہی مرحہ۔صالحہ بیگم نے جلتی ہوئی آنکھوں کو موند لیا۔

مرحہ تھکے ہارے انداز میں صالحہ بیگم کے ہاتھ پہ سر ٹکائے سسک رہی تھی۔

زندگی عجیب دور سے گزر رہی تھی۔پہلے ہی ذوالنون کی ناگہانی موت نے اسے توڑ کر

رکھ دیا تھا۔اب باپ کا یہ ناقابل یقین بھیانک روپ اس پہ غم ورنج کے پہاڑ توڑ چکا تھا۔

صالحہ بیگم سالوں کے تکلیف دہ راز سے چھٹکارا پاکر بے حس وحرکت پڑی ہوئی تھیں۔ وقت کی بچھی بساط پہ زندگی کی چال چلنے والی تھی یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ مگر آنے والے وقت کی ہولناکیوں کی چاپ کی دستک سبھی اپنی سماعتوں کے دروازوں پہ محسوس کر رہے تھے۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥

مومن نے سہارا دے کر وہیل چیئر پر بیٹھیں صالحہ بیگم کو اٹھایا اور کار کی پچھلی سیٹ پہ احتیاط سے بٹھایا۔ مرحہ نے سامان لاکر اسے تھمایا جسے اس نے ڈگی میں رکھ دیا اور خود خاموشی سے ڈرائیونگ سیٹ پہ آبیٹھا۔ مرحہ بھی صالحہ بیگم کے ساتھ بیٹھی۔ گاڑی میں ایسا سکوت تھا کہ سوئی بھی گرتی تو آواز آتی۔

مومن۔۔۔۔کچھ لمحوں بعد صالحہ بیگم کی مدھم سی آواز ابھری۔

جی مما۔ مومن نے بیک ویو مرر سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

میرے بچے ایسا کچھ مت کرنا جس کے نتیجے میں میں تمہیں کھودوں۔ذوالنون کے بعد تمہیں آنے والی ہلکی سی کھروںچ کا بھی غم مجھے مار ڈالے گا میرے بچے۔صالحہ بیگم بیک ویو مرر سے نظر آتے مومن کے آدھے چہرے کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھیں۔

جی مما۔میں ایسا کچھ نہیں کروں گا۔مومن تابعداری کے ساتھ بولا۔

اس دوران مرحہ ان سے لاتعلق سی کھڑکی کے باہر دوڑتے مناظر پہ نظریں جمائے خاموش بیٹھی تھی۔

گاڑی پورچ میں رکی تو مومن نے صالحہ بیگم کو سہارا دے کر گاڑی سے باہر آنے میں مدد کی۔مرحہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر ماں کو تھاما اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔

جبکہ مومن اس کی خاموشی پہ اس سے بات کرنے کا سوچتا ڈگی سے سامان نکالنے لگا کہ اس کا فون بج اٹھا۔

ہاں فیضی بولو۔اس نے کال ریسیو کر کے سیل فون کان سے لگایا۔

مومن بھیا کیسے ہیں آپ اور کہاں ہیں؟دوسری جانب سے فیضی کی پریشان سی آواز ابھری۔

گھر پہ ہوں۔کیوں کیا ہوا خیریت ؟مومن جو جھک کر ڈگی سے سامان نکال رہا تھا ایک دم سیدھا ہوا۔

نہیں بھیا خیریت نہیں ہے۔آپ کے قتل نامے پہ آج ضامن یوسفزئی قائم خان اور ایس ایس پی زوہیب شیرانی کے دستخط ہو چکے۔اور اس کے بدلے میں ضامن یوسفزئی صاحب نے اپنی بیٹی زوہیب شیرانی کے نکاح میں دینے کا فیصلہ کیا ہے۔فیضی جلدی جلدی بول رہا تھا۔

ہممممم۔۔مومن نے ہنکارا بھرتے ہوئے ماتھا مسلا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

او کے فیضی میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔فیضی کی بھیا بھیا کی پکار کو نظر انداز کرتے ہوئے مومن نے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولا۔اور گلو کمپارٹمنٹ میں سے ایک ننھی سی ڈبیہ نکالی۔اس ڈبیہ میں موجود ایک کف لنکس کے جیسا بٹن اس نے درست کر کے شرٹ کے سامنے والے بٹن پہ چسپاں کیا اور تیز قدموں سے گھر کے اندر کی جانب بڑھا۔کچھ دیر میں وہ ضامن یوسفزئی کے اسٹڈی روم کے دروازے پہ کھڑا تھا۔

کچھ پل کے لیے رک کر خود کو کمپوز کیا پھر کھٹ سے دروازہ کھولتا اندر آیا۔

ضامن یوسفزئی راکنگ چیئر پہ آگے پیچھے جھولتے سگار کے کش لگاتے کسی گہری سوچ میں گم تھے۔جب مومن کے دھڑ سے دروازہ کھول کر اندر آنے پہ چونک کر سیدھے ہوئے۔

تمہیں تمیز بھولتی جارہی ہے ساری؟؟؟ہاں؟؟؟ضامن یوسفزئی غرائے۔

تو کب تک مارنے کا پلان ہے مجھے؟؟مومن ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے کرسی کے دونوں بازو پہ ہاتھ جماتا جھکا۔اور سرد لہجے میں بولا۔

کیا مطلب؟؟ضامن یوسفزئی نے اس کے لہجے کے سرد پن کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں اترتا محسوس کیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مطلب تو واضح ہے۔کیا تاریخ وقت دن فائنل ہوا ہے میری موت کا۔مومن سیدھا ہوتا بازو سینے پہ باندھتے ہوئے بولا۔

پتہ نہیں کیا بکواس کیے جارہے ہو۔ضامن یوسفزئی نظریں چراتے ہاتھ میں تھامی کتاب میز پہ رکھتے دروازے کی جانب بڑھے ہی تھے کہ مومن تیزی سے ان کے سامنے آیا۔

ایک منٹ ضامن صاحب۔ایک منٹ۔ابھی بات مکمل نہیں ہوئی میری۔مومن ضامن یوسفزئی کے راستے میں جم کر کھڑا ہو گیا۔جبکہ ضامن یوسفزئی کو بلانے کے لیے آتی مرحہ کے قدم ادھ کھلے دروازے سے باہر آتی مومن کی آواز پہ تھمے۔

میرے ساتھ جو مسئلے ہیں انہیں میری حد تک رکھیں۔مرحہ کے ساتھ میں کسی قسم کی زیادتی برداشت نہیں کروں گا۔اس شرابی اور رشوت خور ایس پی کے ساتھ اسے رخصت کرنے سے بہتر یہ ہے کہ میں اس ایس پی یا آپ کو مار ڈالوں۔نہ رہیں گے بانس نہ بجیں گی بانسریاں۔مومن دونوں ہاتھ جینز کی جیبوں میں گھسائے بہت اطمینان سے بولا۔جبکہ اس کے پیچھے کھڑی مرحہ نے بمشکل اپنے منہ پہ ہاتھ جماتے ہوئے اپنی چیخ روکی۔

وہ میری بیٹی ہے۔اس کی شادی کس سے ہو گی یہ میرا مسئلہ ہے۔تم اپنی بکواسیات اپنے تک محدود رکھو۔ضامن یوسفزئی نے اس کے سینے پہ دونوں ہاتھ رکھتے اس دھکا دے کر سائیڈ پہ ہٹایا۔تو نظر پیچھے کھڑی مرحہ پہ پڑی۔جو منہ پہ ہاتھ جمائے بمشکل تمام دروازے کا سہارا لیے کھڑی تھی۔

مرحہ میری بیٹی۔ضامن یوسفزئی خونخوار نظروں سے مومن کو دیکھتے مرحہ کی جانب

بڑھے۔ جبکہ مرحہ نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں وہیں رکنے کا کہا۔

دور رہیں آپ سب مجھ سے۔ مرحہ لڑکھڑاتے ہوئے مڑی اور نڈھال قدموں سے اپنے کمرے کی جانب بھاگی۔

تم۔۔۔ تم اس کا بدلہ چکاؤ گے مومن۔ میں تمہیں عبرت کا نشان بنا دوں گا۔ تمہاری اتنی بوٹیاں کروں گا کہ شناخت مشکل ہو جائے گی تمہاری۔ افسوس ہے کہ تمہیں تمہارے باپ کے ساتھ کیوں نہیں مار دیا۔ تمہیں بھی تب دفنا دیتا اتنا عرصہ ایک سانپ کو اپنے گھر میں نہ پالتا۔ ضامن یوسفزئی مومن کا گریبان دبوچتے ہوئے بولے۔

سب سے پہلے تو ہاتھ پیچھے ضامن صاحب۔ مومن نے ایک جھٹکے سے ان کے ہاتھ ہٹائے۔

اور دوسرا آپ نے مجھے اس لیے پالا کہ ہر فرعون کی خاطر موسی کو اسی کے گھر میں پرورش پانی ہوتی ہے۔ ہوں؟؟؟؟؟ مومن نے جھک کر ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غراتے ہوئے ہوئے کہا۔

ضامن یوسفزئی غصے سے اسے گھورتے وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد

مومن نے بالوں میں ہاتھ پھیر کر خود کو کمپوز کیا۔اور شرٹ پہ بٹن مانند چپکے ننھے سے حساس کیمرے کو اتارا اور جیب سے ایک ڈبیہ نکال کر احتیاط سے اس میں رکھا۔ڈبی جیب میں رکھتا وہ بھی باہر نکلا اور اس کے قدموں کا رخ مرحہ کے روم کی جانب تھا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

ضویا نے عشاء نماز پڑھ کر جائے نماز سمیٹا اور دوپٹہ کھولتی ڈریسنگ ٹیبل کی جانب آئی۔ ابھی ہیئر برش پکڑا ہی تھا کہ بیڈ پہ پڑا فون بج اٹھا۔وہ اٹھ کر بیڈ کی جانب آئی۔مرحہ کی کال۔خیریت ہو۔ضویا نے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے کال ریسیو کی۔

اسلام علیکم مرحہ بچے کیسے ہو۔ضویا نے نرمی سے سلام کرتے ہوئے احوال دریافت کیے۔مگر دوسری جانب سے فقط ہچکیوں کی آواز آ رہی تھی۔

مرحہ کیا ہوا ہے بچے۔از ایوری تھنگ اوکے؟؟؟بولیں تو روکیوں رہی ہیں؟؟؟مما ٹھیک ہیں ناں؟؟؟ضویا نے پریشانی میں کئی ایک سوال پوچھ لیے۔

آپی۔مرحہ بمشکل ہچکیوں کے درمیان بولی۔

جی بچے بولیں میں سن رہی ہوں۔ضویا نے فون ایک کان سے ہٹا کر دوسرے کان سے

لگایا۔

میرا دل بہت ٹوٹ گیا ہے آپی۔آپ تو اسلام سے متعلق بہت کچھ جانتی ہیں۔پلیز مجھے بتائیں کہ کوئی راستہ ہو جس میں میرے وجود سے سانسیں نکل جائیں مگر وہ خود کشی نہ ہو۔مرحہ سسک اٹھی تھی ضویا کی ہمدرد آواز سن کر۔

مرحہ بچے کیا ہو گیا ہے آپ کو؟پلیز پر سکون ہو جایئے۔اور بتایئے کیا ہوا ہے۔ضویا بے چینی سے بیڈ سے اٹھی تھی۔

آپی دعا کرنا آپ میرے لیے۔ضویا کو مرحہ کی آواز میں غنودگی اترتی محسوس ہوئی۔ اور ہلکی ہلکی دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز بھی۔

مرحہ مرحہ۔۔کیا آپ مجھے سن رہی ہیں؟؟مرحہ۔۔ضویا نے پریشانی کے عالم میں پکارا۔مگر دوسری جانب ایک مہیب خاموشی چھا چکی تھی۔دروازے کی دستک ہنوز جاری تھی۔

ضویا نے کال ڈراپ کی اور انساب کا نمبر ڈائل کیا۔

اسلام علیکم انساب۔کال ریسیو ہوتے ہی ضویا جلدی سے بولی۔

فرمائیے محترمہ ہم ملک وملت کے محافظ اپنی ڈیوٹی ختم کر کے ابھی نیند میں اترے ہی تھے کہ عوام کو بے چینی ہونے لگ گئی۔ بھئی ہمارا بھی آرام وسکون پہ کوئی حق ہے یا نہیں۔دوسری جانب سے انساب کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔ضویا نے بہت ضبط سے اسکی بات مکمل ہونے کا انتظار کیا۔

ہو گیا؟اب اپنا میلوڈرامہ لپیٹو اور میری بات سنو۔اس دن تمہارے جس دوست کے ہاں تعزیت کرنے کے لیے گئے تھے ان کے گھر کا کوئی لینڈ لائن نمبر ہے تو سینڈ کرو۔ ضویا انگوٹھے کے ناخن کو شہادت کی انگلی سے رگڑتے ہوئے بولی۔

خیریت ہے۔انساب لیٹے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

ہاں تمہیں جو کہا ہے وہ کرو ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔ضویا جلدی سے بولی۔

اوکے کر رہا ہوں سینڈ۔پھر کچھ دیر میں کال کرتا ہوں میں۔انساب کہتے ساتھ ہی کال ڈراپ کر گیا۔

ضویا جلے پیر کی بلی بنی ادھر ادھر گھومنے لگی۔کچھ دیر بعد میسج ٹون بجی۔ضویا نے جلدی سے سیل دیکھا۔انساب کا میسج تھا۔مرحہ کے گھر کا لینڈ لائن نمبر۔

ضویا نے کال ڈائل کی فون کان سے لگائے ادھر ادھر چکر لگاتی کال ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

ہیلو جی کون۔ کال ریسیو ہوتے ہی دوسری جانب سے نسوانی آواز ابھری۔

اسلام علیکم کیا مرحہ سے بات ہو سکتی ہے۔ ضویا نے فون کان اور کندھے کے درمیان پھنسا کر دروازے کا لاک کھولتی باہر نکلی۔

جی میں کرواتی ہوں۔ دوسری جانب شاید ملازمہ تھی۔ کال ہولڈ پہ رکھ کر وہ جا چکی تھی۔

ہیلو۔ کچھ دیر بعد بھاری مردانہ آواز ابھری۔

مرحہ سے بات ہو سکتی ہے؟؟ میں اسکی ٹیچر ہوں۔ ضویا نے پریشانی سے کہا۔ جانی پہچانی نرم سی آواز نے مومن کے اعصاب کے تناو کو جیسے کم کیا تھا۔

وہ دروازہ نہیں کھول رہی میں کافی دیر سے ناک کر رہا ہوں۔ آپ صبح کر لیجیئے گا۔

مومن نے گہرا سانس لے کر کہا۔

آپ کسی طریقے سے دروازہ اگر کھول سکتے ہیں تو پلیز ابھی جا کر دیکھیں اسے۔ اسکی

کال آئی تھی مجھے کچھ دیر پہلے۔اور اسکی باتوں سے مجھے ڈر ہے وہ کچھ غلط نہ کر بیٹھے خود کے ساتھ۔ضویا انگوٹھے سے ماتھا مسلتے ہوئے بولی۔

جی جی۔میں دیکھتا ہوں فی امان اللہ۔کال بند کرتا مومن تیز قدموں سے دو دو سیڑھیاں اکٹھی پھلانگتا مرحہ کے روم کی جانب بڑھا۔ پھر ایک دم پلٹا اور صالحہ بیگم کے کمرے کی جانب بھاگا۔ہلکا سا دروازہ ناک کر کے اندر گیا۔صالحہ بیگم ادویات کے زیر اثر سو رہی تھیں۔ضامن یوسفزئی شاید واش روم میں تھے۔واش روم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔

مومن دبے قدموں سے آگے بڑھا۔بیڈ سائیڈ ٹیبل کے دراز سے چابیاں نکالیں۔اور تیز قدموں سے باہر نکل آیا۔اب دوبارہ اسکا رخ مرحہ کے کمرے کی جانب تھا۔ چابیاں لگاتے اسکے ہاتھ کسی خدشے کے تحت کپکپا اٹھے۔تیسری چابی پہ دروازہ کھل گیا۔مومن تیر کی سی تیزی سے اندر گیا۔سامنے مرحہ بیڈ پہ بے ترتیب سے گری ہوئی تھی۔مومن بھاگ کر اسکے قریب گیا۔اسکے ناک کے قریب ہاتھ کیا۔سانس بے حد ہلکی چل رہی تھی۔اور رنگ سپید پڑ چکا تھا۔مومن نے اسکی نبض ٹٹولی جو بے حد مدھم تھی۔اس نے مرحہ کو اٹھا اور جتنی تیزی سے آیا تھا اسی تیزی سے باہر بھاگا۔

کچھ دیر بعد وہ اسپتال پہنچ چکے تھے۔جہاں مرحہ کو فوری طور پر ایمرجنسی سیکشن میں لے جایا گیا۔مومن دائیں سے بائیں چکر لگاتا کبھی کسی نرس تو کبھی کسی ڈاکٹر سے مرحہ کے بارے میں دریافت کرتا۔

ایکسکیوزمی میری پیشنٹ کیسی ہیں؟ایمرجنسی روم سے نکلتے ڈاکٹر کو دیکھ کر تیزی سے مومن اسکی جانب آیا۔

ٹریٹمنٹ چل رہا ہے۔انہوں نے سلیپنگ پلیز کی بھاری مقدار لی ہے۔انکا معدہ واش کیا جارہا ہے۔آپ دعا کریں۔ہم اپنی پوری کوشش کررہے ہیں۔ڈاکٹر پیشہ ورانہ انداز میں تسلی دیتے آگے بڑھ چکا تھا۔جبکہ مومن وہیں گرنے کے سے انداز میں بینچ پہ بیٹھا۔

اوہ مرحہ۔۔۔بیوقوف لڑکی ایک دفعہ مجھے بات کرنے کا موقع تو دیتیں۔مومن نے دونوں ہاتھوں کہ مٹھیوں میں بال بھینچ لیے۔

رات گزرتی جارہی تھی۔

رات گزرتی جارہی تھی۔مومن سر تھامے بیٹھا تھا۔جب بالآخر ایک ڈاکٹر نے باہر آکر

اسے مرحہ کی حالت سنبھلنے کی نوید سنائی۔

مومن نے گہرا سانس لے شکرانہ ادا کیا۔

وہ کسی گہرے صدمے کے زیر اثر ہیں۔ انہیں ہر طرح کی پریشانی سے دور رکھنے کی کوشش کیجیے گا۔ کچھ دیر میں انہیں روم میں شفٹ کر دیں گے۔ پھر آپ ان سے مل سکتے ہیں۔ ڈاکٹر مومن کا کندھا تھپتھپاتا واپس چلا گیا۔

جبکہ مومن وہیں بینچ پہ بیٹھا آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ضویا نے خورشید بیگم کے روم کا دروازہ کھول کر جھانکا۔ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ وہ واپس پلٹی جبھی اسکا فون بجا۔ انساب کی کال تھی۔

جی انسب محترم کہیے کیسے مزاج ہیں۔ ضویا فون سنتی باہر لان میں نکل آئی۔

کیا ہوا تھا؟ خیریت تھی؟ انساب نے ٹھوڑی کھجائی۔

ہاں اللہ کرے خیریت ہو۔ وہ انکی بچی میری سٹوڈنٹ ہے۔ تو اسکی طبیعت اپ سیٹ تھی اسی متعلق پوچھنا تھا۔ ضویا نے بات کو قدرے حذف کیا۔

ہممم یہی بات تھی ناں؟انساب نے گہرا سانس لے کر کہا۔

ہاں یہی تھی۔ تم بتاؤ کل آرہے ہو؟ضویا لان میں آچکی تھی۔اب دائیں بائیں چکر لگاتی وہ انساب سے محو گفتگو تھی۔

ہاں جی کل آرہا ہوں میں شام میں آؤں گا۔اماں کو بتا دینا۔اور ہاں اب مجھے سونے دو بہن۔ صبح مجھے ڈیوٹی بھی جوائن کرنی ہے۔انساب دھپ سے بستر پہ گرتے ہوئے بولا۔

اوکے فی امان اللہ شب بخیر۔ضویا نے مسکراتے ہوئے فون بند کیا۔اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یہ کیا تھا مرحہ۔ مومن اس وقت مرحہ کے بیڈ کے پاس کھڑا تھا۔نرمی سے اسکے بال سہلاتے مومن نے بے حد دکھ بھرے لہجے میں پوچھا۔

تمہیں مجھ پہ بھروسہ نہیں تھا؟یا تمہیں مما کی حالت کا خیال نہیں تھا؟مومن کی باتوں کی مرحہ کی آنکھوں میں نمی سی ابھری۔

شش۔۔۔رونا نہیں۔بی بریو میری بہن۔ مما کی طبیعت کی خاطر خود کو سنبھالو۔میں

تمہارا بھائی ہوں ناں تمہارے ساتھ۔ مومن نے اسکا سر تھپتھپایا۔

مرحہ خاموشی سے ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ مومن کو دیکھ رہی تھی۔

مومی۔۔۔ بابا ایسے کیسے کر سکتے ہیں۔ بہت دیر بعد مرحہ کے ہونٹوں سے ٹوٹے پھوٹے سے لفظ نکلے۔

مرحہ۔۔ بس اب تم کچھ نہیں سوچو گی۔ کل مے بی ڈاکٹرز ڈسچارج کر دیں۔ اور تمہیں فاطمہ بھابی کی طرف جانا ہو گا۔ مما سے میں نے کہہ دیا ہے۔ کہ تمہاری یونی سے کوئی ٹرپ جا رہا ہے چار پانچ دن کے لیے تو تم اسکے ساتھ گئی ہو۔ اوکے۔ مومن قریب پڑے اٹینڈینٹ کے لیے مخصوص بینچ پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

مرحہ نے کوئی جواب نہیں دیا بس خاموشی سے چھت کی جانب دیکھتی رہی۔

مومن بھی دیوار سے ٹیک لگائے کسی گہری سوچ میں گم تھا جب مومن کا موبائل بجا۔

جی مما۔ مومن فون کان سے لگائے سیدھا ہو کر بیٹھا۔

جی جی۔ نہیں انہیں کچھ مت بتائیں۔ بس یہ کہیں کہ مومن کو پتہ ہے۔ اور وہ گھر آکر میں بتا دوں گا۔ جی۔ جی۔ اوکے فی امان اللہ۔ مومن نے فون بند کیا تو اسکی یک طرفہ

گفتگو پہ متوجہ ہوئی مرحہ نے پھر سے رخ چھت کی جانب موڑ لیا۔

مرحہ۔۔کافی دیر بعد مومن بولا۔

ہوں۔مرحہ نے ہلکا سا ہنکارا ابھرا۔

یاد ہے بچپن میں زونی میں اور تم ہم سپر ہیر وز بننا چاہتے تھے۔اور تم ہمیشہ کہتی تھیں۔ کہ میں آئرن لیڈی بنوں گی۔اور میں تمہیں کہا کرتا تھا نہیں تم باربی بن سکتی ہو راپنزل یا پھر سنو وائٹ۔مومن بینچ پہ نیم دراز ہو چکا تھا۔مرحہ ہلکی سی گردن موڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور تم ہمیشہ اس بات پہ الجھ پڑتی تھیں۔کہ میں تو بہت اسٹرانگ ہوں۔میں کیوں راپنزل کی طرح قید رہوں یا سنو وائٹ کی طرح زہریلا سیب کھا کر اگلے جہان پہنچ جاؤں۔میں تو آئرن گرل ہوں۔مومن باریک سی آواز نکالتا مرحہ کی نقالی کرتے ہوئے بولا۔ایک ہلکی سی مسکراہٹ مرحہ کے ہونٹوں پہ ابھر کر معدوم ہوئی۔

اور تم سدا کے بد تمیز۔میری آئرن گرل والی بات کو غلط ثابت کرنے کے لیے میرے بیگ میں مرے ہوئے حشرات الارض رکھنا اپنا فرض عین فرض کفایہ سب سمجھتے

تھے۔ مرحہ بھیگی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

مومن اب کی بار ہلکا سا ہنسا۔

اور تم ایک ننھے سے کاکروچ سے اتنا ڈری تھیں کہ اگلے پورے ہفتے بخار نہیں اترا تھا۔

ویسے ناں۔۔۔ مومن بارے کرتے کرتے کہنی کے بل ہلکا سا سر اونچا کرتا ہوا بولا۔

تم ابھی تک ڈرپوک اور کاکروچ سے ڈرنے والی ہو۔ کوئی آئرن گرل ورل نہیں ہو بھئی۔ ڈئیر سٹ سنو وائٹ۔ مومن جانتا تھا یہ بات مرحہ کی دکھتی رگ ہے۔ جبھی بات کے اختتام پہ زبان چڑائی۔

اوہیلو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سنو وائٹ ہوگے تم خود۔ آئے بڑے کہیں کے بیٹ مین۔ مرحہ نے ناک چڑھا کے غصے کا اظہار کیا۔ جبکہ مومن کھل کے ہنسا۔

تو پیاری کاکروچنی۔ مجھے کیسے یقین آئے کہ تم اسٹرانگ ہو؟ آئرن گرل۔ مومن بھنویں اچکاتے ہوئے بولا۔

مرحہ نے اسے گھور کے دیکھا۔

اول تو کاکروچنی ہوگے تم خود۔ دوسرا میں بولنے کہ وجہ سے تھک چکی ہوں اب اپنی

چونچ بند کرلو۔ مینڈک کہیں کے۔ مرحہ نے کہہ کے آنکھیں موندلیں۔یعنی یہ اشارہ تھا کہ اب مومن خاموش رہے۔

میں۔۔۔کاکروچنی۔۔میری چونچ۔۔اور میں مینڈک۔۔مومن صدماتی انداز میں بڑبڑایا۔

کالی توری تم ایک دفعہ ٹھیک ہو جاؤ سہی۔ مومن دکھ اور صدماتی انداز میں بولا۔

جوابی کاروائی میں مرحہ نہ فقط ہاتھ کو دفع دور والے انداز میں جھٹکا۔

مومن کو قدرے طمانیت محسوس ہوئی۔ کہ مرحہ اب قدرے بہتر ہے۔وہ ٹینس پوزیشن سے باہر آچکی ہے۔ جبھی وہ ٹانگوں کی قینچی بناتا بینچ پہ نیم دراز ہوتا آنکھیں موند چکا تھا۔

✰✰✰✰✰✰✰✰✰✰✰

مومن تمام تر احتیاطی تدابیر اختیار کر چکا تھا۔ ضامن صاحب کے چھوڑے گئے جاسوس مرحہ کو اسپتال لانے کے بارے میں مکمل لاعلم تھے۔اور صالحہ بیگم کو مرحہ کے ٹرپ کے بارے میں بتا کر انہیں ضامن صاحب کو آگاہ کرنے سے منع کر چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہاں ایک پوائنٹ تھا۔ جہاں سے ضامن صاحب کو خبر مل سکتی تھی۔ اور وہاں سے مومن چاہتا تھا کہ ضامن یوسفزئی ضرور آگاہ ہو اور اس سے پرسش کرے۔ اور وہ پوائنٹ تھا اوا چ مین۔ وہ ضرور ضامن صاحب کو آگاہ فرماتا۔

جبھی جب صبح تھکے ہارے مومن نے فاطمہ کو مرحہ کے پاس چھوڑا اور خود گھر کی راہ لی۔ تو ضامن صاحب نے اسے لاؤنج میں ہی گھیر لیا۔

مرحہ کہاں ہے ؟؟؟ مومن کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ضامن یوسفزئی نے اسے کینہ روز نظروں سے گھورا۔

مومن نے گاڑی کہ چابی میز پہ اچھالی۔ اور گردن کو دائیں بائیں ہلکا سا جھٹک کر ساجد کو آواز دی۔

ساجد ساجد محترمی و مکرمی ساجد صاحب تشریف لے آیئے برائے مہربانی۔ مومن نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پھنسا کر چٹخایا۔ اور اس سب میں اس نے کمال بے نیازی سے ضامن یوسفزئی کے پوچھے گئے سوال کو نظر انداز کیا۔

جی صاحب۔ ساجد حاضر ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مما نے ناشتہ کر لیا؟ مومن کا انداز ہوں تھا جیسے ضامن یوسفزئی یہاں موجود ہی نہیں ہیں۔

جی صاحب انہوں نے ناشتہ کر کے دعا لے لی ہے۔ شمیم آپا ان کے پاس ہی ہیں۔ ساجد نے دوسری ملازمہ کا نام لیا۔

اچھا ٹھیک ہے جاو۔ ایک کپ کافی اگر مل جاتی تو بھلا ہو جاتا میرا ساجد عزیزی۔ مومن نے جاتے ہوئے ساجد کو ہانک لگائی۔ وہ بھی جوابی ہانک "ابھی لایا صاحب" لگاتا جا چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مومن نیم دراز پوزیشن سے سیدھا ہو کر بیٹھا تو نظر سامنے بیٹھے خود کو گھورتے ضامن یوسفزئی پہ پڑی۔

اوہ آپ۔ آپ کب آئے۔ کمال ہے مجھے تو پتہ بھی نہیں چلا۔ مومن نے چونکنے کی شاندار اداکاری کی۔

اپنی بکواس اور نوٹنکی بند کرو۔ جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔ مرحہ کہاں ہے۔ ساجد بتا رہا تھا رات تم اسے لے کر گئے ہو۔ ضامن یوسفزئی دھاڑتے ہوئے اپنی جگہ سے

اٹھے۔

دھیرج ضامن صاحب دھیرج۔آپ تو ضبط ابھی سے کھو بیٹھے۔ابھی تو بہت سے حساب چکانے ہیں آپ نے۔مومن جینز کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے ضامن یوسفزئی کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

مومن اپنی حد میں رہو۔مرحہ سے تمہارا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔مردوں کی طرح مجھ سے مقابلہ کرو۔ضامن یوسفزئی نے اسکا گریبان ایک جھٹکے سے پکڑ کر غراتے ہوئے کہا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آہاں۔ضامن صاحب ذرا آئینہ تو دیکھیے یہ مردانگی کہ باتیں آپ پہ سوٹ کرتی ہیں بھلا؟مومن نے نرمی سے انکے ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹائے۔شرٹ کے کالر کو درست کیا۔اور اپنی سرد آنکھیں ضامن یوسفزئی کی آنکھوں میں گاڑتے ہوئے کہا۔

مرحہ کہاں ہے؟ضامن یوسفزئی نے اسی کے لہجے میں دوبارہ اپنی بات دہرائی۔

وہ۔۔۔وہ وہاں ہے جہاں آج سے بائیس سال پہلے آپ نے گل خانم یعنی میری ماں کو چھوڑا تھا۔زیبا بائی تو یاد ہو گی ناں آپ کو؟؟مومن انگلی اوپری ہونٹ کے کنارے پہ

جماتے ہوئے ضامن یوسفزئی کی جانب جھک کر قدرے رازداری سے بولا۔

ضامن یوسفزئی مومن کی بات پہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہٹے۔

حرام کے۔۔۔۔۔۔۔اس سے آگے مغلظات کا ایک طوفان تھا۔جو ضامن یوسفزئی کے منہ سے ابلا تھا۔مومن بے حد پر سکون انداز میں انہیں ہانپتے کانپتے گالیاں بکتے دیکھا۔

اچھاناں۔ابھی ٹیمپر لوز مت کریں۔ابھی ایک اور خبر ہے۔وہ ناں اپنی چچی یعنی میری ماں کی طرح کافی غیرت مند نکلی اس نے خود کو ختم کرلیا۔مومن نے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے گردن پہ مرنے کا اشارہ دیا۔

ضامن یوسفزئی فقط صوفے کی پشت پہ ہاتھ جمائے ہانپ رہے تھے۔

یہ رہی اس کی سوسائیڈ کی رپورٹ۔مومن نے ایک فولڈ کیا ہوا پیج جیب سے نکال کے ضامن یوسفزئی کی گود میں پھینکا۔

اور خود سیڑھیاں پھلانگتا اوپر چلا گیا۔

پیچھے ضامن یوسفزئی کچھ دیر تک شکست خوردہ سے انداز میں بیٹھے رہے۔پھر ایک دم

سے اٹھے۔اور ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا کہتے۔اپنے کمرے کی جانب بڑھے۔

کمرے میں داخل ہوتے تیزی سے ان کا رخ اپنی الماری کی جانب تھا۔لاکر میں سر گھسائے ان کی کھٹر پٹر پہ صالحہ بیگم کہ آنکھ کھلی جو دوا کے زیر اثر ہلکی سی غنودگی میں تھیں۔ہڑبڑا کر اٹھیں۔

خیریت ہے ضامن صاحب۔صالحہ بیگم غنودہ سی آواز میں بولیں۔

جی آپ سو جائیں۔کچھ پیپرز نکال کر ایک فائل میں رکھتے وہ جس تیزی سے آئے تھے اتنی ہی جلدی باہر چلے گئے۔

مومن نے اپنے روم کی ونڈو سے ضامن یوسفزئی کی گاڑی کو گھر سے باہر نکلتے دیکھا۔ اور ایک تلخ سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ابھر کر معدوم ہو گئی۔اس نے پلٹ کر ٹیبل سے فون اٹھایا۔اور کوئی نمبر ڈائل کیا۔

ہاں فیضی۔یوسفزئی صاحب ابھی گھر سے نکلے ہیں۔میں بھی انکے پیچھے ہی جا رہا ہوں تم انہیں ایک محتاط فاصلے سے فالو کرو اور مجھے لوکیشن اپ ڈیٹ دو۔مومن نے اپنی بات کہہ کر فیضی کی سنے بنا۔کال ڈراپ کی۔اور واش روم میں گھس گیا۔

کچھ دیر مومن بعد صالحہ بیگم سے مل کر انہیں ضروری کام کا بتاتا گھر سے نکل چکا تھا۔

کسی خیال یا احتیاط کے تحت اس نے گاڑی نہیں لی تھی بلکہ کیب ہائر کی تھی۔

فیضی کی دی گئی لوکیشن اپ ڈیٹس کے مطابق وہ ایک محتاط فاصلے سے ضامن یوسفزئی کے تعاقب میں تھا۔پندرہ بیس منٹ کی مسافت کے بعد ضامن یوسفزئی کی گاڑی ایس ایس پی زوہیب شیرانی کے سرکاری بنگلے کے سامنے کھڑی تھے۔واچ مین نے گیٹ کھول کر گاڑی کو آگے بڑھنے کا رستہ دیا۔اور گاڑی کے اندر جاتے ہی گیٹ بند ہو گیا۔

کچھ فاصلے پہ کھڑی کیب میں بیٹھے مومن نے ڈرائیور کو گاڑی وہاں سے نکالنے کا کہا۔

بیس پچیس منٹ بعد وہ دوبارہ وہاں پہنچا۔کیب رکنے کے کچھ دیر بعد مومن نے کیب کے برابر فیضی کی گاڑی رکتے دیکھی تو تیزی سے نکل کر اسکی جانب بڑھا۔باہر نکلتے فیضی کو ہلکے سے واپس پش کرتا وہ پیسنجر سیٹ پہ آ بیٹھا۔

ہاں فیضی اب بولو کیا ارینجمنٹس ہیں تمہارے۔مومن نے سیٹ کو ہلکا سا ایزی کیا۔اور نیم دراز سا بیٹھ گیا۔

فیضی نے اسٹیئرنگ پہ انگلیاں بجاتے ہوئے ہلکا سا جھک کر ایس پی ہاوس کے گیٹ کی

جانب دیکھا۔

ابھی کچھ دیر میں آپ خود ملاحظہ فرمالیں گے۔ فیضی نے نروٹھے سے انداز میں اطلاع دی۔

اس کے روٹھے سے لہجے پہ مومن مبہم سا مسکرایا۔

اووو تو میرا بے بی ناراض ہے مجھ سے؟ مومن نے مسکراہٹ دباتے فیضی کے کندھے پہ دھپ رسید کی۔

فیضی نے ناک چڑھا کے غصے کا اظہار کیا۔اور پھر باہر گیٹ کی جانب دیکھنے لگا۔

فیضی مومن کا ہائیر کیا ہوا پرائیویٹ انویسٹیگیٹر تھا۔اور مومن کے دوست کا چھوٹا بھائی بھی تھا۔کافی اٹیچمنٹ تھی دونوں کی۔

ارے یار۔۔ چھوڑو ناں بس ٹینشن میں تھا۔ مومن نے اس کے کندھے پہ دھپ رسید کی۔

ابھی تو مجھے ٹینشن ہو رہی پچھلے آدھے گھنٹے سے صاحب بہادر اندر گھسے ہیں۔ فیضی نے اسٹیئرنگ پہ انگلیاں بجاتے ہوئے کہا۔

توتم آدھے گھنٹے سے کہاں تھے۔ مومن نے سیٹ کو مزید ریلیکس کر کے نیم دراز ہوتے ہوئے کہا۔

میں اس گلی کے کارنر سے واچ کر رہا تھا۔ فیضی نے پیچھے کی جانب ایک گلی کی طرف اشارہ کیا۔

مومن بھائی۔ آگیا۔ گیٹ سے ایک آدمی کو نکلتے دیکھ کر فیضی سیدھا ہو کر بیٹھا۔

اس آدمی کے بال لمبے سے تھے جنہیں اس نے باندھنے کا بھی تکلف نہیں کیا ہوا تھا۔

وہ آدمی دراز قد تھا۔چیک دار ڈھیلی ڈھالی شرٹ اور کھلے ٹراؤزر کے ساتھ ہوائی چپل پہنے۔اسکی داڑھی مونچھیں سر کے بالوں میں فرق کرنا مشکل تھا۔

یہ کیا چیز ہے؟ مومن نے اس آدمی کو دیکھ کر تعجب سے ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

یہ چیز بڑی ہے مست مست مطلب بڑے کام کی ہے۔ فیضی گاڑی کا دروازہ کھولتا تیزی سے باہر نکلا۔

بات سنیے بھائی صاحب۔ فیضی نے آگے بڑھ کے آس آدمی سے مصافحہ کیا۔ تبھی ایک اور آدمی بھی گیٹ سے نکلتا تیز قدموں سے انکے قریب پہنچا۔

یہ کرنل اسد درانی کا بینگلو کس اسٹریٹ میں ہے۔ ہم دراصل راستہ بھول گئے ہیں۔

فیضی نے لجاجت بھرے انداز میں پوچھا۔

گلی نمبر چار میں بینگلو نمبر 2۔ سپاٹ لہجے میں کہہ کر وہ جنگلی حلیے والا آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

فیضی اسے شکریہ کہہ کر واپس گاڑی میں بیٹھا۔ اور گاڑی ریورس کرتا وہاں سے نکالنے لگا۔

مین روڈ پہ گاڑی لاتے ہی فیضی نے مومن کی طرف اپنی گود میں سے کوئی چیز اٹھا کے بڑھائی۔

یہ لیں بھائی آپ کی امانت۔ وہ ایک کاغذ میں لپٹی ننھی سی ہئیر پن نما یو ایس بی تھی۔

مومن نے اسے الٹ پلٹ کر کے دیکھتے ہوئے۔ فیضی کو گاڑی گھر کی جانب موڑنے کا کہا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

جی انساب۔ گھر آ چکے ہیں آپ؟ مومن نے یو ایس بی لیپ ٹاپ سے کنیکٹ کی اور فون

کان اور کندھے کے درمیان پھنسا کر یو ایس بی سے ریلیٹڈ شو ہوتے آپشنز پہ کلک کرنے لگا۔

جی میں ابھی کچھ دیر پہلے پہنچا ہوں۔ابھی کچھ گیسٹ آئے ہیں آپ شام مغرب کے بعد آجائیے گا۔انساب نے سنجیدگی سے کہا۔

اوکے۔مومن نے گہرا سانس لے کر کال ڈراپ کی اور سیل فون ٹیبل پہ رکھتا لیپ ٹاپ اٹھائے کاؤچ کی جانب بڑھ گیا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

انساب کال سننے کے بعد کمرے سے باہر نکلا اس کا رخ ڈرائنگ روم کی جانب تھا۔ جہاں مہمان پہنچ چکے تھے۔ان کی گاڑی وہ گیٹ سے داخل ہوتے دیکھ چکا تھا۔

اسلام علیکم۔انساب نے اندر داخل ہوتے اجتماعی سلام کہا۔اور خورشید بیگم کے ساتھ صوفے پہ آبیٹھا۔اسے دیکھ کر رشتے کے لیے آئے لڑکے کے چہرے پہ اضطراب ابھرا۔جبکہ انساب ایک سرسری نظر ڈالتا حال احوال پوچھ رہا تھا۔

آپ کا نام کیا ہے۔انساب لڑکے کی جانب متوجہ ہوا۔توجہ سے اس لڑکے کا چہرہ دیکھتے

انساب کے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا۔

جنید۔۔ جنید ہمدانی۔ لڑکا بمشکل تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

جی تو جنید ہمدانی آپ ایک ہفتے میں نشہ چھوڑ چکے ہیں؟؟؟انساب سپاٹ لہجے میں بولا۔

تو ہر کوئی اپنی اپنی جگہ چونکتا انساب اور جنید کی جانب دیکھنے لگا۔

کیا مطلب ہے آپ کا؟ جنید ہمدانی کی بجائے مسز حفیظ اللہ ہمدانی بولی تھیں۔

مطلب تو آپ اپنے سپوت سے پوچھیں۔اس سے پوچھیں کہ یہ سوموار رات گیارہ بجے کے لگ بھگ کہاں اور کس حال میں تھا۔اور کیسے اسے اس کے دوست ڈنڈا ڈولی کر کے لے جا رہے تھے۔

انساب ہنوز اسی سرد لہجے میں بول رہا تھا۔

کیا آپ نے ہمیں بے عزت کرنے کے لیے بلایا ہے مسز علی۔ مسز حفیظ اللہ ہمدانی غصے سے بولتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

نہیں ہم نے آپ کو عزت دینے کے لیے بلایا تھا مسز حفیظ اللہ صاحبہ۔انساب بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

لیکن آپ اپنے اس بیٹے سے پوچھیں کہ میری کہی باتیں حقیقت ہیں یا بے عزتی۔

انساب نے ابرو اچکاتے ہوئے سرد نگاہوں سے جنید ہمدانی کو گھورا۔

بابا ماما چلیں یہاں سے۔اب میں اپنی اور بے عزتی برداشت نہیں کروں گا۔ جنید غصے سے کھولتے ہوئے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھا۔

اس کے پیچھے ہی مسٹر اینڈ مسز حفیظ اللہ ہمدانی بھی کینہ پرور نظروں سے انساب کو گھورتے ہوئے چلے گئے۔

یہ سب کیا تھا انساب؟خورشید بیگم ہکا بکا کھڑی تھیں۔

بیٹھیں ماما بتاتا ہوں۔یہ لڑکا جنید ہمدانی اسے ہم نے لاسٹ منڈے معمول کی پٹرولنگ کے دوران نشے میں دھت دیکھا تھا۔اور اسے اس کے دوست بمشکل سنبھالے لیے جارہے تھے۔انہیں روک کر تھوڑی بہت جھاڑ پٹی کی۔لیکن ان میں سے کچھ کو میں جانتا تھا۔معزز فیملیز سے تھے اس لیے معاملہ زیادہ بڑھایا نہیں۔بس ویسے ہی رفع دفع کر دیا۔انساب نے خورشید بیگم کے ساتھ بیٹھتے صوفے کی پشت پہ بازو پھیلایا۔

نوری چائے کی ٹرالی لیے اندر آئی اور مہمانوں کو نہ پاکر حیران ہوتی خورشید بیگم اور

انساب کی جانب مڑی۔

یہ مہمان کہاں گئے۔نوری نے ناک پہ انگلی جماتے حیرانگی سے کہا۔

اپنے گھر۔انساب اطمینان سے بولا۔

کیا مطلب۔نوری ہونق صورت بنائے کھڑی تھی۔

مطلب یہ کہ بہن یہ چائے ادھر لاؤ اور ضویا کو بھیجو جا کے۔انساب نے ٹرالی کی جانب اشارہ کیا۔

جی اچھا۔نوری ٹرالی انساب کے سامنے چھوڑتی۔الجھی سی باہر نکل گئی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

مومن تیز قدموں سے سیڑھیاں اترتا نیچے آیا۔نظر باہر سے اندر آتے ضامن یوسفزئی سے ملی۔انکا چہرہ متورم اور ستا ہوا تھا۔مومن کو دیکھتے تیر کہ سی تیزی اس کہ جانب بڑھے اور اسے گریبان سے پکڑ کر ایک زوردار گھونسہ اس کے منہ پہ رسید کیا۔مومن لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے ٹکرایا۔اور اگلا گھونسہ مومن کے پیٹ میں لگا۔وہ درد کے مارے دہرا ہو گیا۔ضامن یوسفزئی نے اسکے بال پکڑ کر اسکا سر گھما کر دیوار میں دے مارا۔

بول۔بتا کہاں ہے مرحہ۔نیم جان سے ہوتے مومن کے کان میں غراتے ہوئے بولے۔

مومن ہلکا سا ہنسا۔وہ بمشکل آنکھیں کھول پا رہا تھا۔

ضامن صاحب مرحہ کا سراغ کیا آپ کے پالتو کتے ابھی تک نہیں لگا سکے۔مومن ٹوٹتے ہوئے لفظوں کے ساتھ بولا۔

تیری تو۔۔۔ضامن یوسفزئی نے ایک گالی بکتے ایک مرتبہ پھر اسے مارنے کے لیے ہاتھ بلند کیا۔مگر اس دفعہ کوئی ان کا ہاتھ تھام چکا تھا۔

انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔پیچھے صالحہ بیگم کھڑی تھیں۔تاسف سے نفی میں سر ہلاتے انہوں نے آگے بڑھ کے مومن کو تھاما۔مگر مومن ہوش و حواس کھو چکا تھا۔

ساجد ساجد۔رحیم داد سے کہو گاڑی نکالے۔اور خود ادھر آ کر مومن صاحب کو سہارا دو۔

ضامن یوسفزئی تن فن کرتے وہاں سے جا چکے تھے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

انساب نے تیسری مرتبہ مومن کا نمبر ڈائل کیا مگر بیل مسلسل جانے کے باوجود کال ریسیو نہیں ہوئی۔

مہمانوں کے جانے کے بعد وہ مومن کو کال کر کے آنے کا کہہ چکا تھا۔ مگر جب مومن اس کی طرف جانے کے لیے نکلا تو اس کا ٹاکرا ضامن یوسفزئی سے ہو گیا۔

ضامن نے ماتھا مسلتے ہوئے پھر سے نمبر ڈائل کیا۔اور اب کی بار کال ریسیو ہو گئی۔

مومن کہاں ہیں آپ میں کب سے آپ کا ویٹ کر رہا ہوں۔ چھوٹتے ہی انساب بولا۔

بیٹا میں مومن کی والدہ بات کر رہی ہوں۔ مومن اس وقت ہاسپٹل میں ہے۔دوسری جانب سے صالحہ بیگم کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

اوہ خدا۔ کیا ہوا؟؟؟ کس ہاسپٹل میں ہے وہ؟؟؟انساب تیزی سے اپنے روم کی جانب بھاگا تھا۔دوسری جانب سے ہسپتال کی لوکیشن پتہ چلتے ہی اس نے کال ڈراپ کر کے سیل فون جیب میں ڈالا۔روم سے گاڑی کی چابی اٹھائی اور سیڑھیاں اترتے کچن سے نکلتی نوری کو خورشید بیگم اور ضویا کو اطلاع کرنے کا کہہ کر ضروری کام کا کہتا تیزی سے باہر نکل گیا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آپ کے پیشنٹ کو ہوش آچکا ہے۔آپ مل لیں ان سے۔نرس نے ایمرجنسی روم کے باہر بیٹھی صالحہ بیگم کو اطلاع دی۔

اللہ تیرا شکر ہے۔صالحہ بیگم بھیگی آنکھوں سے مسکراتی ہوئی تیزی سے اندر کی جانب بڑھیں۔

مومن میرے بچے۔دروازہ کھلتے ہی صالحہ بیگم کو پٹی جکڑے سر کے ساتھ لیٹا مومن نظر آیا۔وہ اسکی جانب لپکنے والے انداز میں گئی تھیں۔

کیسے ہو؟انہوں نے جھک کر مومن کا ماتھا چوما۔

ٹھیک ہوں ماما۔مومن بمشکل مسکرایا۔سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔انجیکشن کے زیر اثر کچھ درد کم تو ہوئی تھی۔مگر سر تھا کہ درد سے پھٹا جارہا تھا۔

تم کچھ آنکھیں بند کرلو اور سر کو سکون کرنے دو۔صالحہ بیگم نے نرمی سے اس کے پٹی میں لپیٹے ماتھے کو چھوا۔

ماما۔مومن ان کی جانب دیکھتا دھیرے سے گویا ہوا۔

جی ماما کی جان۔صالحہ بیگم نے نم آنکھیں رگڑیں۔

وہ ضامن صاحب جو کہہ رہے تھے۔مومن نے بات ادھوری چھوڑی۔

کیا کہہ رہے تھے۔صالحہ بیگم پوری طرح متوجہ ہوئیں۔

آپ نے سنا نہیں۔مومن نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔

نہیں بیٹا مجھے تو ساجد نے بتایا جب میں پہنچی تو وہ تمہیں مارنے لگے تھے۔

ہووں۔۔مومن نے گہرا سانس لے کر آنکھیں موندلیں۔

کیوں؟؟کوئی بات ہوئی ہے کیا؟؟؟صالحہ بیگم نے تشویش سے پوچھا۔

پتہ نہیں مجھ پہ تو بس ایک دم سے اٹیک کیا انہوں نے۔مومن نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

پھر۔۔۔۔۔صالحہ بیگم کی بات بیچ میں ہی رہ گئی کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔

یس کم ان۔مومن دھیمی سی آواز میں بولا۔

دروازہ کھول کر اندر آنے والا انساب تھا۔جو صالحہ بیگم کو سلام کرتا مومن کی جانب

بڑھا۔

کیسے ہو؟؟؟اور کیا ہوا یہ سب؟؟؟انساب نے اس کے پھٹے ہوئے ہونٹ اور زخمی سر کو دیکھ کر پریشانی سے پوچھا۔

ٹھیک ہوں اور کچھ نہیں بس ایک چھوٹا سا ایکسیڈینٹ۔ تم بیٹھو۔ مومن آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

انساب بھی اس کی خاموشی کا اشارہ سمجھ چکا تھا۔اس لیئے بیڈ سے کچھ دور رکھے ٹوسیٹر صوفے پہ بیٹھ گیا۔ جبھی صالحہ بیگم کا فون بج اٹھا۔صالحہ بیگم نے سکرین پہ جگمگاتے نام کو دیکھ کر کال ڈراپ کی۔

کس کی کال ہے؟؟؟مومن نے ہلکا سا سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

تمہارے بابا کی۔انہوں نے سر جھٹک کر جواب دیا۔

آپ ایسا کریں گھر کا ایک چکر لگا آئیں تب تک انساب ہے میرے پاس۔صالحہ بیگم نے مومن کے مشورے پہ متذبذب نظروں سے انساب کو دیکھا۔

بے فکر رہیں آنٹی میں خیال رکھوں گا اس کا۔انساب نے نرمی سے یقین دہانی کروائی۔

ٹھیک ہے میں دو چار گھنٹے تک واپس آجاوں گی تب تک بیٹا آپ یہاں سے ہلیں گے

بھی نہیں۔صالحہ بیگم متذبذب سی جانے کے لیئے اٹھ چکی تھیں۔کہ انہیں بھی ضامن یوسفزئی سے دو دو ہاتھ کرنے تھے۔

بالکل بے فکر ہو کر جایئے آنٹی میں یہیں ہوں۔انساب نے دھیما سا مسکرا کر کہا۔صالحہ بیگم نے اپنا موبائل اور پرس اٹھایا۔اور پھر کچھ یاد آنے پہ رکیں۔بیگ کھول کر اس میں سے مومن کا سیل اور والٹ نکال کر اسے تھمایا۔

یہ رکھ لو اور اب آنکھیں اس موبائل کے ساتھ چپکا کر مت بیٹھ جانا۔صالحہ بیگم کہتی ہوئیں چادر سنبھالتی باہر جا چکی تھیں۔

ہاں جی تو ہیر و اب بتائیں کہ ماجرا ہے یہ۔؟؟؟انساب مومن کی جانب متوجہ ہوا۔

ضامن صاحب کو انہی کا کیا لوٹایا تو برا مان گئے۔مومن نے دکھتے جبڑے کو ہلکا سا چھو کر کراہتے ہوئے کہا۔

مطلب؟؟؟انساب نے بھنویں اچکائیں۔

بتاتا ہوں۔مومن نے سر ہلکا سا خم کرتے انساب کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔اور پھر آہستہ آہستہ گل خانم سے شروع ہونے والی داستان مرحہ پہ آ کر ختم کی۔

مرحہ اب ہمارے ایک فیملی فرینڈز ہیں ان کی طرف ہے۔ لیکن جیسے ہی وہ ضامن یوسفزئی جیسے گھٹیا باپ کے ہاتھوں لگی وہ اس کی شادی اس چیپسٹر ایس پی زوہیب شیرانی سے کروادے گا۔ مومن کی بات پہ انساب کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔ ماتھے کی رگیں ایک دم پھڑ پھڑائی تھیں۔

تو اب پھر کیا پلان ہے ؟؟ انساب نے اس کے ساری بات کے جواب میں مختصر سوال پوچھا۔

پلان تو یہی ہے کہ مرحہ کی جلد از جلد کہیں شادی ہو جائے۔ پھر ٹینشن فری ہو کر اس سانپ کا سر کچلیں گے۔ مگر شادیاں اتنی جلدی تھوڑی نہ ہو جاتی ہیں۔ مومن نے جلتی ہوئی آنکھیں موند لیں۔

ہمم اوکے میں کوشش کروں گا کہ اس مسئلے میں تمہاری ہیلپ کروں۔ انساب ہلکا سا مسکرایا۔

شیور۔۔ مومن بھی دھیمے سے مسکرا کر بولا۔

اور ہاں یاد آیا۔ مومن نے قریب پڑا اوالٹ اٹھا کر اس میں سے وہی ہئیر پن نما یو ایس بی

نکالی۔

یہ رکھو اس میں ضامن یوسفزئی کے تابوت میں ٹھونکے جانے والی بہت سی کیلیں ہیں۔

مومن نے یو ایس بی انساب کی جانب بڑھائی۔

گڈ جاب۔انساب اس ہئیر پن کو الٹ پلٹ کر کے دیکھتے ہوئے ستائشی انداز میں بولا۔

اچھا اب میں کچھ نہیں بول رہا۔مومن نے دونوں ہاتھوں کو حتمی انداز میں بلند کر کے کہا۔

ٹھیک ہے آرام کرو تم۔انساب اس کے انداز پہ مسکراتے ہوئے بولا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

جو آپ نے آج کیا اسکی وضاحت دیں گے آپ ضامن صاحب۔صالحہ بیگم تیز آواز میں بولی تھیں۔

مرحہ کہاں ہے؟وہ سرد لہجے میں بولے۔

کیا مطلب ہے اس بات کا؟؟وہ یونی ٹرپ کے ساتھ گئی ہے۔صالحہ بیگم الجھ کر بولیں۔

کون سا ٹرپ؟؟ضامن یوسفزئی چلتے ہوئے صالحہ بیگم کے سامنے آر کے۔

یونی کا اور کون سا۔ صالحہ بیگم بھی مضبوط لہجے میں بولیں۔

اچھا ٹھیک ہے کرواسے کال۔اور پوچھو کب تک آئے گی وہ۔ ضامن یوسفزئی سرد لہجے میں بولے۔

سیل فون وہ گھر بھول گئی تھی۔ جلدی میں نکلی تھی۔ مجھ سے بھی مل کر نہیں گئی مومن سے ہی بات ہوئی ہے اس کی۔ مومن ہی اسے ٹرپ کی لیے جانے والی بسز تک ڈراپ کر کے آیا۔ لیکن یہ ساری تفتیش میری بات کا جواب نہیں ہے۔ مومن کو کیوں مارا آپ نے۔ صالحہ بیگم بھی انہی کے جیسے سرد لہجے میں بول رہی تھیں۔

کیسی ماں ہیں آپ۔ جسے یہ تک پتہ نہیں اس کی بیٹی کہاں کس حال میں ہے؟؟؟ ضامن یوسفزئی غرا کر بولے۔

کک کیا مطلب؟؟؟ صالحہ بیگم کی زبان لڑکھڑائی۔

مطلب یہ کہ مومن میری بیٹی کا قاتل ہے۔ وہ اسے مار چکا ہے۔اور اب مجھے یہ نہیں بتا رہا کہ اس نے مار کر کہاں پھینکا ہے میری بیٹی کو۔ ضامن یوسفزئی گرج کر بولے۔

صالحہ بیگم نے لڑکھڑاتے ہوئے دیوار کا سہارا لیا۔

ضامن یوسفزئی غصے سے کھولتے وہاں سے نکلنے ہی والے تھے کہ اچانک دروازہ کھلا۔ اوراندر آنے والی شخصیت کو دیکھ کر ضامن یوسفزئی کے قدم وہیں جم گئے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

یار ماما کیوں نہیں آرہیں۔مومن نے بے چینی سے وال کلاک کی جانب دیکھا۔جہاں کا وقت بتا رہا تھا کہ صالحہ بیگم کو گئے ہوئے چار گھنٹے گزر چکے ہیں۔ فیضی کو بلا کر اس نے انساب کو جانے کی اجازت دے دی تھی۔ مگر صالحہ بیگم کے کانوں میں ضامن یوسفزئی کیا زہر گھولنے والے تھے۔اس بات نے مومن کو پریشان کر رکھا تھا۔

اس نے تنگ آکر صالحہ بیگم کو کال ملائی۔

مگر کافی دیر بیل جانے کے بعد بھی فون ریسیو نہیں کیا گیا۔اب کے مومن کی پریشانی میں اضافہ ہوا۔

فیضی جا کر ڈاکٹر سے پوچھو کہ گھر جانے دیں مجھے۔مومن نے درد سے پھٹتے سر کو تکیے پہ دائیں بائیں جھٹکا۔

آرام سے بھائی۔ فیضی تیزی سے اٹھ کر اس کے قریب آیا۔

ابھی ڈاکٹر آپ کے سامنے کیا کہہ کر گئی ہے کہ موومنٹ نہ کریں ورنہ انٹرنل بلیڈنگ کا خطرہ ہے۔ فیضی نے دونوں ہاتھ لڑاکا عورتوں کی طرح کمر پہ جمائے۔

یار میرا گھر جانا ضروری ہے۔ مومن باقاعدہ رونکھا ہو چکا تھا۔

اچھا میں لینڈ لائن پہ کال کرتا ہوں۔ سچوئشن پتہ کر لیتے ہیں۔ کہ گھر میں کیا چل رہا ہے ۔ فیضی کال ملاتا کمرے میں دائیں بائیں چکر لگانے لگا۔

دو تین دفعہ کی کوشش کے بعد بالآخر کال ریسیو کر لی گئی۔ فیضی نے فون مومن کو تھما دیا۔

ہیلو۔ دوسری جانب سے پنجابی لب و لہجے والی مردانہ آواز ابھری۔

ہیلو ساجد میں مومن۔ مومن نے دکھتے جبڑے کو ہلکا سا چھوا۔

مومن صاحب اب کیسے ہیں آپ۔ ساجد اسکی آواز سنتے ہی چہکا۔

میں ٹھیک ہوں ساجد یہ بتاو مما کہاں ہیں۔ کال ریسیو نہیں کر رہیں۔ مومن بمشکل بول رہا تھا۔ چوٹ ٹھنڈی ہونے کے ساتھ درد بڑھتی جا رہی تھی۔

بیگم صاحبہ تو کمرے میں ہیں میں بات کرواتا ہوں۔ ساجد ریسیور رکھتا غائب ہو چکا تھا۔

مومن نے بھی گہرا سانس لے کر فون کان سے ہٹا کر فیضی کی جانب بڑھایا۔

ماما لائن پہ آتی ہیں تو بات کروانا۔مومن نے کہہ کر ہلکا سا رخ موڑتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

دروازہ چرر کی آواز کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔اور آنے والے کو دیکھ کر ضامن یوسفزئی اور صالحہ بیگم ششدر رہ گئے۔وہ مرحہ تھی۔وہ کافی ویک لگ رہی تھی۔

میری بیٹی۔۔ضامن یوسفزئی جذباتی ہوتے آگے بڑھے۔

دور رہیں۔مرحہ نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں رکنے کا کہا۔اور خود آگے بڑھ کر ماں کے گلے لگی جو قدرے حیران کھڑی تھیں۔

مرحہ بیٹا تم ٹرپ پہ گئیں تھیں ناں؟؟بتاوا نہیں۔۔صالحہ بیگم نے نرمی سے مرحہ کو خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔

جی مما میں ابھی کچھ دیر پہلے ہی واپس آئی ہوں پھر آپی فاطمہ اور شجاع بھائی مل گئے تھے انکے ساتھ کچھ وقت گزارا اور پھر اب گھر آئی ہوں تو صورت حال ہی عجیب ہے۔

مرحہ جو کمرے میں داخل ہونے سے قبل ضامن یوسفزئی کی چنگھاڑتی آواز اور خلاف معمول صالحہ بیگم کی بلند آواز کی بدولت کافی حد تک ماجرا جان چکی تھی۔ ضامن یوسفزئی کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے سرد لہجے میں بول رہی تھی۔

اب بتائیں ضامن صاحب کیا توجیہہ ہے آپ کے پاس مومن کی جان لینے کی؟ صالحہ بیگم نے بھی سرد لہجے میں پوچھا۔

ان کی حرص و ہوس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟؟ انہیں اپنی سیاہ کاریاں ایکسپوز ہونے کا خدشہ جو ہو گا۔ مرحہ سینے پہ بازو باندھے طنزیہ لہجے میں گویا ہوئی۔

بکواس بند کرو سب جھوٹ بکواس ہے یہ مومن کی۔ ضامن یوسفزئی غیظ و غضب سے کانپتے ہوئے بولے۔

او پلیز ڈیڈ۔ خود کو بے گناہ مت کہیے گا۔ کیونکہ آپ کے منہ سے سن چکی ہوں۔ کیا کہا تھا آپ نے؟؟ ہاں اچھا ہوتا کہ اگر تمہیں تمہارے ماں باپ کے ساتھ مار دیتا۔ مرحہ کی آواز بولتے بولتے بھرا چکی تھی۔

مرحہ جاؤ یہاں سے اس سے پہلے کہ میرا ہاتھ اٹھ جائے۔ ضامن یوسفزئی غرائے۔

مرحہ جھٹکے سے پلٹی اور کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی۔

اسکے پیچھے ہی متنفر نظروں سے ضامن یوسفزئی کو گھورتیں صالحہ بیگم بھی جا چکی تھیں۔

ضامن یوسفزئی نے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا گلدان اٹھا کر دیوار میں دے مارا۔اور پھر گاڑی کی چابی اٹھائے باہر کی جانب بڑھے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

انساب کے روم میں رات کے پہلے پہر بھی گہری خاموشی تھی۔لیپ ٹاپ کی اسکرین پہ چلتی ویڈیو کی کوالٹی زیادہ اچھی تو نہیں تھی مگر اتنی خراب بھی نہیں تھی کہ اسکرین پہ موجود لوگوں کے چہروں کی پہچان نہ ہو سکے۔

ضامن یوسفزئی اور ایس ایس پی زوہیب شیرانی دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔کچھ دیر خاموشی کے بعد ضامن یوسفزئی کی آواز ابھری۔

فی الحال ہمیں غیر مشروط طور پہ ایک دوسرے کا ساتھ دینا ہو گا شیرانی۔ضامن یوسفزئی کا لہجہ بے تاثر اور ٹھہرا ہوا تھا۔

کیا مطلب ضامن صاحب؟؟میں نے کوئی جائیداد کی ڈیمانڈ تو نہیں کی فقط یہی شرط

ہے بلکہ درخواست ہے کہ خاکسار کو اپنی فرزندی میں لے لیں۔زوہیب شیرانی کے لہجے سے لوفرانہ پن ٹپک رہا تھا۔

اس کی بات کا مفہوم سمجھتے انساب کی کنپٹیوں کی رگیں تن گئیں۔

میں اس معاملے میں بعد میں بات کروں گا۔فی الحال اس مومن پہ کوئی بھی ایف آئی آر کٹوا کرا سے اندر کرو اور جتنے بھی لوگ اس کے کانٹیکٹس میں ہیں سب کو اپروچ کرو جو بھی اس کا سہولت کار ہے اسے بھی جیل کے سلاخوں کے پیچھے دیکھنا چاہتا ہوں میں۔ضامن یوسفزئی قدرے تحکمانہ انداز میں بولے۔

یوسفزئی صاحب اپنے لہجے کی تھوڑا کنٹرول رکھیں اور بتائیں کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

مرحہ کے معاملے پہ آپ آئیں بائیں شائیں کیوں کر رہے ہیں؟؟؟زوہیب شیرانی بھی اب آنکھیں ماتھے پہ رکھ کے بولا۔

ضامن یوسفزئی نے دل ہی دل میں کراہتے ہوئے دانت پیسے۔

دیکھو شیرانی بات یہ ہے کہ مومن کو سب کچھ معلوم ہے سب کچھ کا مطلب جانتے ہو؟؟؟سب کچھ؟؟اسے اپنے باپ کا قتل ماں کا بیچا جانا سب معلوم ہے اور وہ دن بہ

دن میرے لیے مشکلات بڑھاتا جا رہا ہے۔ضامن یوسفزئی بہت تحمل سے بول رہے تھے کہ اس وقت زوہیب شیرانی اور قائم خان کے علاوہ ان کا ساتھ دینے کے لئے کوئی نہیں تھا۔ قائم خان تو اس وقت بیرون ملک تھا۔اسی لیے زوہیب شیرانی سے معاملے کو صلح صفائی سے سلجھا لینا ہی ضامن یوسفزئی کے لیے بہتر تھا۔

ضامن صاحب ضامن صاحب آپ اصل بات کو پھر گول کر رہے ہیں۔زوہیب شیرانی اٹھ کھڑا ہوا۔اور مصنوعی انداز میں زچ ہوتے ہوئے بولا۔

آخر آپ میرا اور مرحہ کا نکاح کیوں نہیں پڑھا دیتے۔پھر میں اپنے سسر کو ہراس کرنے کے جرم میں مومن یوسفزئی کے خلاف ایف آئی آر آسانی سے کاٹ سکوں گا۔

زوہیب شیرانی ادھر ادھر چکر کاٹتے ہوئے بولا۔

مرحہ کو مومن مار چکا ہے۔شیرانی کی ساری بکواس تحمل سے سننے کے بعد ضامن یوسفزئی دھیمی آواز میں بولے۔جبکہ ان کی دھیمی آواز میں کی گئی بات پہ زوہیب شیرانی کو چار سو چالیس واٹ کا کرنٹ لگا۔

کیا مطلب؟؟ نہیں دوبارہ کہیں مطلب کیا ہے آپ کا ضامن صاحب؟زوہیب شیرانی جھٹکے سے ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

مطلب صاف ظاہر ہے میری بات کا کوئی پیچ و خم نہیں ہے اس میں۔ضامن یوسفزئی بھی اب کی بار غصے سے بولے۔

بات یہ ہے یوسفزئی۔زوہیب شیرانی آگے کو جھکتے ہوئے بولا۔

بات یہ ہے کہ میں کیسے مان لوں۔مرحہ کو مارا ہے مومن نے تو پھر کوئی ثبوت اس بات کا۔؟؟؟زوہیب شیرانی نے ضامن یوسفزئی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غراتے ہوئے ہوئے کہا۔

مومن نے خود اپنے منہ سے میرے سامنے یہ اعتراف کیا ہے کہ۔۔۔ضامن یوسفزئی کی بولتے بولتے زبان لڑکھڑا کی خاموش ہوئی۔

کہ؟؟؟؟زوہیب شیرانی نے بھنویں سوالیہ انداز میں اچکاتے ہوئے پوچھا۔

کہ اس نے مرحہ کو وہاں جہاں میں نے زمان کو مارنے کے بعد اس کی بیوی کو چھوڑا تھا وہاں چھوڑا اور مرحہ نے بھی گل کی طرح خودکشی کرلی۔ضامن یوسفزئی نے تیزی سے بات مکمل کی مگر انکا سانس پھول چکا تھا۔

ڈیم اٹ۔زوہیب شیرانی ہاتھ زور سے میز پہ مارتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

کچھ دیر خود کو کمپوز کرنے کے بعد زوہیب شیرانی سپاٹ تاثرات کے ساتھ ضامن یوسفزئی کی جانب مڑا۔

ضامن صاحب آپ فی الوقت جائیے۔بعد میں دیکھیں گے اس معاملے کو۔زوہیب شیرانی کا لہجہ کسی بھی قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔

مگر۔ضامن یوسفزئی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔اور اس کے ساتھ ہی ویڈیو کا اختتام ہو گیا۔

انساب نے گہرا سانس لیتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔اور اٹھ کر بالکونی میں آ کھڑا ہوا۔

تو ضامن صاحب آپ اور آپ کے شراکت کاروں میں پھوٹ پڑنے والی ہے۔اچھا ہے۔اچھا ہے۔آپ اکیلے ہو جائیے پھر آپ پہ جھپٹنے کو آپ کے اعمال کافی ہوں گے۔ انساب بے آواز خود کلامی کرتے ہوئے بولا۔جبھی اسے ضویا کی آواز سنائی دی۔جو اسے کھانے پہ بلا رہی تھی۔

وہ سر جھٹکتا ساری سوچوں کو کچھ وقت کے لیے سائیڈ پہ رکھتا باہر کی جانب بڑھا۔

مومن کہ آنکھ کھڑکی سے آتی سورج کی روشنی سے کھلی۔رات میں وہ دوا کے زیر اثر غنودگی میں چلی گیا تھا۔اور پھر فیضی نے صالحہ بیگم کے لائن پہ آنے پہ اسے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔صالحہ بیگم نے صبح آنے کا کہہ کر فیضی کو مومن کا خیال رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے کال بند کردی تھی۔

دواوں کا اثر تھا جبھی سر میں درد نہ ہونے کے برابر تھا۔مومن نے ہلکے سے ایک گردن موڑ کر دیکھا۔اسکے بیڈ کے قریب کرسی پہ پیر پسارے فیضی سویا ہوا تھا۔مومن کو بے ساختہ اس پہ پیار آیا۔

ہلکے سے کہنی کے بل اٹھتے ہوئے مومن کے منہ سے کراہ نکلی۔فیضی فوراالرٹ ہو کر بیٹھا۔

کیا ہوا بھائی۔فیضی مندی مندی آنکھوں سے بولا۔

کچھ نہیں ہوا تم ریسٹ کرو ساری رات جاگے ہو۔مجھے بس واش روم تک جانا ہے۔

مومن کو اٹھ کر کھڑا ہونے کے بعد سر اور پیٹ میں درد کا احساس ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|...|Interview

بڑھاپے میں بھی خاصے جاندار پنچ ہیں ضامن صاحب آپ کے۔ مومن بڑبڑایا۔

کیا کہا؟؟؟ فیضی ناسمجھی سے بولا۔

کچھ نہیں ہوامیرے لگڑ بگے تم ریسٹ کرو۔ مومن کے کہنے کے باوجود فیضی نے اسے سہارا دے کر واش روم تک چھوڑا۔

خود وہ پلٹا ہی تھا کہ سامنے مرحہ اور صالحہ بیگم ناشتہ لیے اندر آئیں۔

اسلام علیکم خالہ جان۔ فیضی نیند سے بند ہوتی آنکھوں کو بظاہر مودب انداز میں جھکاتے ہوئے بولا۔

وعلیکم اسلام مومن کہاں ہے۔ صالحہ بیگم بے قراری سے بولیں۔

وہ واش روم میں ہیں آپ بیٹھیں پلیز۔اس نے اٹینڈینٹ کے لیے مخصوص بینچ کی جانب اشارہ کیا۔

تبھی مومن دھیرے دھیرے چلتا باہر آیا۔

مومی۔۔۔مرحہ نے اس کے چہرے پہ پڑے نیل اور سر پہ بندھی پٹی کو دیکھا تو بے چینی سے اس کی جانب بڑھی۔

ارے میری کاکروچنی۔تم کب آئیں ٹرپ سے واپس۔؟؟؟مومن نے آنکھیں گھماتے ہوئے اسے تپانے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی رہا۔

کاکروچنی کے کچھ لگتے۔مرحہ نے دانت پیستے ہوئے اسے بازو پہ ٹکا کے پنچ مارا۔

افففف۔۔۔مومن مصنوعی سا کراہا۔

ارے میرا بچہ۔۔۔ہٹو تم تو مرحہ تمہیں تو عقل آنے والی نہیں ہے۔صالحہ بیگم نے مرحہ کو ڈپٹتے ہوئے مومن کو تھام کر بستر کی جانب لاتے ہوئے بولیں۔

ہائے مما بہت زور کا مارا ہے اس نے پہلے ہی اتنا درد ہوتا رہا ہے ساری رات۔مومن نے مزید مسکین سی شکل بنائی۔

مرحہ شرم کرلو بھائی بیمار ہے بجائے اس کے کہ اس کا خیال رکھو تم نے مار کٹائی شروع کردی۔صالحہ بیگم کے ڈانٹنے پہ مرحہ نے خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر سمجھا مگر منہ پہ ہاتھ پھیر کے مومن کو وارن کرنا نہ بھولی۔

اچھا بھائی میں چلتا ہوں۔فیضی بولا۔وہ خود کو اس فیملی یونین میں کافی مس فٹ محسوس کررہا تھا۔

ارے نہیں بیٹا بیٹھو ناشتہ کروائے بغیر میں نہیں جانے دوں گی۔ مرحہ نکالو ناشتہ۔

صالحہ بیگم مومن کے پیچھے تکیے سیٹ کرتیں اسے بٹھا کر خود بھی اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

بجواب تم پینا پھیکا سڑا بدمزا سوپ۔ مرحہ نے مومن کو زبان چڑائی۔

تم نے بنایا ہے کیا؟؟ مومن نے آنکھیں مصنوعی تحیر سے پھیلائیں۔

کیا مطلب۔؟ مرحہ ناشتے کی پلیٹس بناتی مصروف سی بولی۔

مطلب یہ کہ یہ سب تمہارے ہاتھ کے ذائقہ ہیں۔ پھیکا سڑا بدمزا۔ مومن نے بھی جوابی کارروائی سے چوکنا گوارا نہیں کیا۔

صالحہ بیگم اور فیضی دونوں کے ہونٹوں پہ دبی دبی سی مسکراہٹ تھی۔

تم ناں خاموش رہو تاکہ اگر سر سلامت ہے۔ تو میرے ہاتھوں نہ ٹوٹے۔ مرحہ نے اسے گھورا۔ مومن نے اب کی بار اسے زبان دکھائی۔

ایک ہیپی فیملی جنہیں اب ساری زندگی اکٹھے رہنا تھا۔

ضامن یوسفزئی اپنے آفس میں موجود تھے جب انکے پی اے نے انہیں انٹرکام پہ زوہیب شیرانی کے آنے کی اطلاع دی۔

بھیجو۔ضامن یوسفزئی یک لفظی جواب دے کرراکنگ چیئر پہ جھولنے لگا۔

کیا ہے یہ ضامن یوسفزئی؟؟؟زوہیب شیرانی نے آندھی طوفان کہ طرح اندر ہوئے کچھ پیپرز ضامن یوسفزئی کی میز پہ پٹخے۔

کیا؟؟؟ضامن یوسفزئی نے انجانے پن سے کندھے اچکائے۔

اتنے بھولے مت بنو۔یہ دستاویزات تمہارے علاوہ مجھے کوئی نہیں بھیج سکتا۔زوہیب شیرانی میز پہ ہاتھ جماتے ہوئے دانت پیس کر بولا۔

اوہ یہ تو ثبوت وشواہد ہیں کہ کیسے تم دہشت گردوں کے آلہ کار ہو۔اوہ یہ تو کاپیڈ پیپرز ہیں اور یجنل تو کسی کے پاس ہوں گی ناں۔؟؟؟ضامن یوسفزئی نے لہجے میں بھرپور طریقے سے حیرت کی آمیزش کی۔اور آخر میں لفظ "کسی "پہ خوب زور دیتے ہوئے بولا۔

تم کہیں بھی یہ ثابت نہیں کر سکتے۔زوہیب شیرانی تھکے سے انداز میں کرسی پہ

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بیٹھتے ہوئے بولا۔

مجھے "کہیں" پہ ثابت نہیں کرنا۔ مجھے فقط یہ ثبوت کسی بھی انٹیلی جینس ایجنسی کو فراہم کرنے ہیں۔ ثابت وہ خود ہی کر لیں گے۔ ضامن یوسفزئی نے لاپرواہی سے کہتے ہوئی پھر سے چیئر جھلانی شروع کر دی۔

کیا چاہتے ہو؟ زوہیب شیرانی سرد لہجے میں بولا۔

آج ابھی اسی وقت اپنے تھانے جاو۔ اور مومن کے خلاف ایف آئی آر کاٹو۔ ضامن یوسفزئی بے حد اطمینان سے بولے۔

کس جرم میں؟؟ زوہیب شیرانی ہنوز سرد انداز میں بولے۔

اس کے سر پہ کس جرم کو تھوپنا ہے یہ تمہارا سر درد ہے۔ میرا نہیں۔ جب وہ گرفتار ہو جائے گا تو تمہیں ان ثبوتوں کے اور یجنل پیپرز مل جائیں گے۔ اور ہاں مرحہ زندہ ہے اور گھر واپس آ چکی ہے۔ ضامن یوسفزئی نے میز پہ پڑے کاغذوں کے پلندے کو اٹھا کر زوہیب شیرانی کے سامنے لہرایا۔ اور دوسری خبر سے اسے مزید جھٹکا لگا یا۔

زوہیب شیرانی تیزی سے اٹھا اور زوردار آواز کے ساتھ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتا جا چکا

تھا۔

پیچھے ضامن یوسفزئی کے چہرے پہ بہت پر سکون مسکراہٹ پھیلی تھی۔اس پر سکون مسکراہٹ کو چہرے پہ سجائے انہوں نے جھک کر اپنی ٹیبل کا دراز کھولا اور اس میں ظاہر ہونے والے خفیہ لاکر کا کوڈ پریس کیا۔اگلے ہی لمحے لاکر کے کھلنے کے ساتھ ہی ضامن یوسفزئی کے چہرے سے مسکراہٹ تیزی سے غائب ہوئے۔اور ماتھے پہ ننھے ننھے پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔لاکر خالی تھا۔زوہیب شیرانی کے دہشت گردوں کے سہولت کار ہونے کے تمام ثبوت و شواہد غائب تھے۔

ضامن یوسفزئی نے خشک ہوتے حال کو تھوک نگلتے ہوئے تر کیا۔اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے۔باہر کی جانب بڑھا۔

شاہ ویز۔۔عدنان۔۔سارے فلور پہ ضامن یوسفزئی کی دھاڑتی ہوئی آواز گونج رہی تھی۔وہ سیکیورٹی آفیسرز کو بلاتے خود بھی تیز قدموں سے کنڑول روم کی جانب بڑھ گئے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

مومن ڈسچارج ہو کر گھر آچکا تھا۔اور اس وقت انساب اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

مومن میرے خیال میں ہمیں ایف آئی آر کٹوانی چاہیے۔انساب کو قانون کی پاس داری ملحوظ خاطر رکھنا تھی۔

اوبھائی جان۔کہاں کٹوانی ہے ایف آئی آر؟؟؟آپ جناب کو معلوم نہیں کہ پولیس تو ضامن صاحب کے گھر کی باندی ہے۔مومن نے منہ بناتے ہوئے سر جھٹکا۔

پھر؟؟؟تمہارا کیالائحہ عمل ہے؟؟؟انساب سنجیدگی سے بولا۔

دیکھو۔میں زیادہ نہیں مگر آٹھ نو ملین فالوورز رکھنے والا یوٹیوبر بندہ ہوں۔اور ہمارے سوشل میڈیا کا تو تمہیں پتہ ہے کیسے ان معاملات کو ہائپ دیتے ہیں۔مومن سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ ضامن صاحب کی ویڈیو سوشل میڈیا پہ اپ لوڈ کر دی جائے۔اور اس کے ٹھیک چوبیس گھنٹے بعد ایف آئی آر کٹوا دی جائے۔مومن ہاتھ جھاڑتے داد طلب نظروں سے انساب کو دیکھتے ہوئے بولا۔

ناٹ بیڈ۔انساب نے بھی اسے سراہتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

توپھر نیک کام میں دیر کیسی۔؟؟؟مومن نے سیل فون اٹھایا اور اپنے سوشل میڈیا

اکاؤنٹس پہ ویڈیو آپ لوڈ کرنے کے ساتھ کچھ دیر بعد لائیو آنے کا اسٹیٹس اپ لوڈ کرنے لگا۔

جبکہ انساب کے چہرے پہ بے حد اطمینان بھری مسکراہٹ تھی۔اسی لمحے اسے نیلم فیروز کی ویڈیو کا خیال آیا۔

مومن ایک شاندار کیل میرے پاس بھی ہے جو ضامن یوسفزئی کے تابوت کے لیے آخری ثابت ہوگی۔مجھے ابھی گھر جانا ہے۔پھر ملاقات ہوتی ہے۔انساب مسکراتا ہوا باہر بڑھا۔تیزی سے سیڑھیاں اترتے وہ نیچے آیا تو لاؤنج میں بیٹھی مرحہ پہ نظر پڑی۔وہ بھی اسے دیکھ چکی تھی تبھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسلام علیکم۔انساب نے ہونٹوں کے کونوں میں مسکراہٹ دباتے ہوئے سلام کیا۔

وعلیکم السلام۔مرحہ منہ ہی منہ میں بدبدائی۔اسے انساب کی آنکھیں ڈسٹرب کر رہی تھیں یوں لگ رہا تھا جیسے پہلے اس شخص کو کہیں دیکھ رکھا ہو۔

کیسی ہیں آپ؟مومن سے آپ کی ناسازئ طبع کے بارے میں علم ہوا تھا۔انساب مودبانہ انداز میں ہاتھ باندھتے ہوئے بولا یہ الگ بات ہے کہ آنکھوں کے گوشوں سے

سر رنگی مسکراہٹ پھوٹ پڑ رہی تھی۔

جی بہتر ہے طبیعت۔ مرحہ نے اس کی مشکل اردو پہ جھرجھری سی لی۔ انساب ہلکا سا سر خم کرتا واپسی کو پلٹا۔ جبھی مرحہ کے دماغ میں ایک کوندا سا لپکا۔

ایک منٹ رکیے۔ اس نے انساب کو آواز لگائی۔

جی فرمایئے۔ انساب اسی مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

مرحہ آگے بڑھ کر دیوار گیر بنے ریک میں موجود دراز سے کچھ تلاشنے لگی۔ کچھ دیر کی تگ و دو کے بعد جب وہ پلٹی تو اس کے ہاتھ میں لائٹ سی گرین کلر کا سرجیکل ماسک تھا۔

کیا آپ یہ ایک منٹ کے لیے پہن سکتے ہیں؟ مرحہ الجھے سے لہجے میں جھجکتے ہوئے بولی۔ اور انساب کو ایک لمحہ لگا تھا مسئلے کی تہہ تک پہنچنے کے لیے۔

اوہ تو محترمہ مجھے پہچاننے کی کوششوں میں ہیں۔ انساب کے دماغ میں بھی پہلی ملاقات کی جھلک لہرائی۔

لیکن میں یہ کیوں پہنوں؟؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس میں کچھ بیہوش کرنے

والی دوا لگائی ہو۔انساب کی آنکھوں سے شرارت اور مسکراہٹ دونوں چھلک رہی تھیں۔

لیکن میں آپ کو کیوں کروں گی بے ہوش؟؟ مرحہ جو اپنی ہی سوچوں میں الجھی ہوئی تھی۔مزید الجھ کر بولی۔

ہو سکتا ہے آپ کا تعلق کسی گردہ فروش گروہ سے ہو۔اور آپ مجھے بے ہوش کر کے میرا گردہ نکال کر بیچ دیں۔انساب مزے سے بولا۔

جیسا مومن خود بکواس ہے ویسے ہی اس نے دوست پالے ہوئے ہیں۔مرحہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

آپ مجھے گالیاں باآواز بلند دے سکتی ہیں تاکہ مجھے سمجھ تو آئے۔انساب قدرے جھکتا ہوا بولا۔

اونہہ۔مرحہ نے دفعہ دور والے انداز میں ہاتھ جھٹکا۔اور ماسک ٹیبل پہ رکھ کر سیڑھیوں کی جانب بڑھی تھی کہ اسے اپنے پیچھے انساب کی آواز سنائی دی جو ماسک منہ پہ چڑھائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔مرحہ کے دماغ میں بجلی کے کوندے لپکے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اوہ تو آپ ہیں۔۔اک وہی ہیں نا جو پیزا بیچتے ہیں؟؟ مرحہ تیزی سے بولی۔

اب سارے سوال آج ہی کر لیں گی آپ؟؟ کچھ بعد کے لیے بھی چھوڑ دیں۔فی امان اللہ۔انساب دو انگلیوں کو ماتھے سے ٹچ کر کے سلام کرتا باہر نکل گیا۔اور مرحہ بھی کندھے اچکاتی سیڑھیاں چڑھتی اپنے روم کی جانب چلی گئی۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

زوہیب شیرانی آندھی طوفان کی طرح اڑتا ہوا تھانے پہنچا۔اپنی پریشانی کے باعث وہ نوٹ نہیں کر سکا کہ سارے تھانے کا عملہ اس کی جانب عجیب نظروں سے دیکھ رہا ہے اور کسی نے بھی اسے سیلیوٹ نہیں کیا تھا۔وہ اپنی دھن میں تیز قدموں سے چلتا اپنے آفس کی۔داخل ہوا مگر اس کے قدم زمین نے دروازے میں ہی جکڑ لیے۔سامنے ایک نوجوان خوش شکل سا لڑکی زوہیب شیرانی کے عہدے کے برابر بیجز اپنے کندھوں پہ سجائے چیئر پہ جھول رہا تھا۔کچھ سویلینز بھی وہاں موجود تھے۔

آیئے شیرانی صاحب آپ ہی کا انتظار تھا۔وہی لڑکا اٹھ کر کھڑا ہوا۔باقی لوگ بھی اسکی تقلید میں اٹھ کر کھڑے ہوئے۔

مجھے تو لگا تھا کہ آپ کی تلاش میں کنووں میں بانس ڈلوانے پڑیں گے۔مگر آپ تو خود

چلے آئے۔دام صیاد میں گرفتار ہونے۔وہ لڑکا استہزائیہ لہجے میں بولا تھا۔

کون ہیں آپ سب اور کیا مراد ہے آپکی یہاں میرے روم میں موجودگی کی؟؟؟

زوہیب شیرانی بے حد محتاط لہجے میں بولتا ہوا اپنی کرسی کی جانب بڑھا جب راستے میں ہی اس لڑکے نے اس کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔

میں شہروز بھٹی۔اس تھانے کا نیا ایس ایس پی۔وہ لڑکا الفاظ قدرے چبا کر بولا۔

اور یہ سب آپ کے میزبان ہیں جن کے ہاں آپ اگلے کچھ عرصے کے لیے یا شاید یوں کہنا چاہیے کہ غیر معینہ مدت کے مہمان ہوں گے آپ۔شہروز بھٹی سرد لہجے میں بولا۔

کک کیا مطلب ہے اس سب کا؟؟زوہیب شیرانی کے ماتھے پہ پسینے کی بوندیں نمودار ہوئیں۔

سمجھا دیں گے۔بہت اچھے سے سمجھا دیں گے مطلب بھی۔سویلینز میں سے ایک آدمی نے اس کا کندھا تھپکتے ہوئے کہا۔

آپ کو شمالی وزیرستان کے دہشت گرد گروہ کی معاونت اور سہولت کاری کے جرم

میں گرفتار کیا جاتا ہے۔آپ کو آپ کے عہدے سے برطرف کیا جاتا ہے۔اور آپ کے تمام اثاثوں کو منجمد کیا جاتا ہے۔ایس پی شہروز بھٹی نے خبر نامہ پڑھنے کے انداز میں زوہیب شیرانی کی فرد جرم سنائی۔

فضول بکواس ہے یہ سب جھوٹ ہے۔زوہیب شیرانی کف اڑاتے ہوئے بولا۔

جھوٹ سچ کا پتہ چلانا ہمارا کام ہے۔اب چلیے۔ جتنا آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے اتنا ہی آپ کے حق میں اچھا ہو گا۔ورنہ ڈنڈا ڈولی کر کے اریسٹ کرنا ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ان چار سویلینز میں سے ایک نے کہا اور اسے تقریباً دھکیلتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گئے۔

یوں زوہیب شیرانی جیسے ناسور کا باب بند ہوا۔

لیکن ابھی کچھ لوگوں کا مکافات باقی تھا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

ضو یا لاؤنج میں بیٹھی چینلز کھنگال رہی تھی جب ایک نیوز چینل پہ چلتی بریکنگ نیوز نے اسے رکنے پہ مجبور کر دیا۔

سابق ایس ایس پی زوہیب شیرانی دہشت گردوں کی مالی معاونت وسہولت کاری کے جرم میں گرفتار۔ مقدمہ ملٹری کورٹ میں چلانے کی سفارشات پیش کردی گئیں۔

ناظرین یہ گرفتاری کے مناظر ہیں جو آپ اپنے ٹیلی ویژنز کی اسکرینز پہ دیکھ سکتے ہیں۔
نیوز کاسٹر چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔

ضویا نے لاؤنج میں داخل ہوتے انساب کو آواز دی۔

انسب یہ دیکھا تم نے؟؟؟ جس ایس پی نے تمہیں بابا کے کیس سے ووڈرا کرنے کا کہا تھا وہ ٹیرارسٹس کی معاونت کرنے پہ اریسٹ کر لیا گیا ہے۔ ضویا حیران سی بولی۔

خس کم جہاں پاک۔ انساب اس کا سر تھپکتا ہوا اپنے روم کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ ضویا دوبارہ سے ٹی وی کی جانب متوجہ ہوئی جہاں اگلی بریکنگ نیوز کی پٹی چل رہی تھی۔

جی تو ناظرین بات کرتے ہیں سوشل میڈیا پہ وائرل ہوتی ویڈیو کی۔ جس میں مشہور ٹرانسپورٹر ضامن یوسفزئی اپنے بھائی اور بھاوج کے قتل کا اعتراف کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ ویڈیو مشہور یوٹیوبر مومن یوسفزئی کی جانب سے اپ لوڈ کی گئی ہے۔ جن کا کہنا ہے کہ وہ ٹرانسپورٹر ضامن یوسفزئی کے مقتول بھائی کے بیٹے

ہیں۔مومن یوسفزئی نے اس ویڈیو کے اپ لوڈ کرنے کے ساتھ کچھ دیر لائیو آنے کا اسٹیٹس بھی اپ ڈیٹ کیا ہے۔نیوز کاسٹر ایک ساتھ بریکنگ نیوز کو بریک کرتی پھولے سانسوں سے بول رہی تھی۔

ٹرانسپورٹر ضامن یوسفزئی۔بابا کا قاتل۔ضویا ہاتھ منہ پہ جمائے بمشکل بڑبڑائی پھر اٹھ کر بھاگتی قدموں سے انساب کے روم کی جانب بڑھی۔

انساب انسب۔ضویا دھڑ دھڑ سیڑھیاں چڑھتی انساب کے روم میں پہنچی جہاں وہ مومن کی شئیر کی گئی ویڈیو کے لنک کے ساتھ نیلم فیروز کی ویڈیو سوشل میڈیا کے ہر پلیٹ فارم پر شئیر کر رہا تھا۔

انساب۔۔ضویا گرتی پڑتی دھپ سے آکر اس کے پاس بیٹھی۔

کیاہوا ہے ضوئی؟؟انساب نے پریشانی سے اس کی شکل دیکھی۔

وہ۔۔وہ نیوز۔۔۔نیوز میں ابھی انہوں نے بتایا کہ وہ جو ٹرانسپورٹر تھا ناں۔بابا کا مرڈرر؟؟؟ضویا پھولے سانسوں کے بیچ بول رہی تھی۔

اس کے بھتیجے نے اس کے اپنے بھائی اور بھاوج کے قتل کا اعتراف کرتے ویڈیو شئیر کی

ہے۔ضویا سر تھامے بیٹھی تھی۔

اوہ چلو اچھا ہے۔اب ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔اسے اب اس کی سیاہ کاریوں کی سزا مل جانی چاہیے۔انساب اطمینان سے بولا۔وہ ویڈیو شئیر کر چکا تھا۔اور اب پر سکون ہوتا لیپ ٹاپ آف کر کے ضویا کی جانب متوجہ ہوا۔

ہوں۔ضویا نے مدھم سا ہنکارا ابھرا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

ضامن یوسفزئی کنٹرول روم میں کھڑے سیکیورٹی آفیسر زپہ گرج برس رہے تھے۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں کی سی سی ٹی وی فوٹیج غائب تھی۔جس نے بھی دستاویزات اٹھائی تھیں وہ بے حد چوکنا اور ہوشیار تھا۔جس نے اپنے آنے جانے اور اپنے وجود کا ایک بھی ثبوت نہیں چھوڑا تھا۔

ضامن یوسفزئی کو اپنی گردن کت گرد پھندا سے کستا ہوا محسوس ہوا۔وہ تیزی سے باہر نکلے جب انکا پی اے بھاگتا ہوا ان کی جانب آیا۔

سر یہ دیکھیں۔اس نے ہاتھ میں موجود ٹیب ان کی جانب بڑھایا جہاں نیوز کاسٹر چیخ

چیخ کر بولتے ہوئے مومن کی شئیر کی گئی ویڈیو کے بارے میں بتا رہی تھی جبکہ سائیڈ پہ وہ ویڈیو بنا آواز کے چل رہی تھی۔

آہ۔ضامن یوسفزئی نے دھاڑتے ہوئے ٹیب دیوار میں دے مارا اور پی اے کو دھکا دے کر سائیڈ پہ کرتے خود باہر کی جانب بھاگے۔

کچھ ہی دیر میں ان کی گاڑی گھر کی جانب گامزن تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

میرے خیال میں ہمیں ایف آئی آر اب کٹوا دینی چاہیے۔انساب نے مومن سے کہا وہ دونوں اس وقت انساب کے گھر میں موجود تھے۔مومن کے سر پہ ابھی بھی پٹی بندھی تھی۔البتہ چہرے کے نیل قدرے کم ہو چکے تھے۔

ہاں میں بھی اسی لیے آیا ہوں۔اکٹھے چلتے ہیں۔مومن سیل فون چیک کرتے ہوئے بولا۔

کافی ہائپ مل چکی ہے۔سوشل میڈیا کے ساتھ ساتھ نیوز چینلز نے بھی اس کو بہت ہائی لائٹ کیا ہے۔لوگ لوہا گرم کر چکے ہیں اب آخری چوٹ لگانا باقی ہے۔اور وہ آخری

چوٹ ضامن یوسفزئی کے خلاف ایف آئی آر ہو گی۔مومن اٹھتے ہوئے بولا۔

انساب نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔اور مومن کوایک منٹ رکنے کا کہہ کراندر کی جانب بڑھ گیا۔

کچھ دیر بعد جب ضامن یوسفزئی گھر کو روانہ تھے تب مومن اور انساب تھانے کے احاطے میں پہنچ چکے تھے۔

ایف آئی آر درج کروانی ہے ہمیں۔

مومن نے ایس ایچ او کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

ضرور کٹوائیں بادشاہو پر کس کے خلاف کس جرم میں؟؟؟ایس ایچ او اپنے لٹکے ہوئے پیٹ کو بمشکل تمام بیلٹ کے آپے میں رکھتے ہوئے بولا۔

ضامن یوسفزئی کے خلاف میرے ماں باپ کے قتل۔اور مجھ پہ اقدام قتل کی نیت سے حملہ کرنے اوورررر۔۔۔مومن نے کہہ کر آخر میں اور کو کھینچ کر ادا کرتے انساب کی جانب دیکھا۔

اور سابقہ ڈی ایس پی علی خان یعنی میرے والد صاحب کے قتل کی ایف آئی آر۔

انساب نے مومن کی بات مکمل کی۔

خان صاحب کے خلاف ایف آئی آر؟؟؟دماغ تو ٹھیک ہے تم لوگوں کا؟؟؟پتہ بھی ہے کون ہیں وہ؟؟؟ایس ایچ او بگڑتے ہوئے بولا۔

جی ہم جانتے ہیں کہ وہ کون ہیں۔آپ ایف آئی آر کاٹیں۔مومن سکون سے بولا۔

او کاکا جا دماغ نہ خراب کر نکل جا یہاں سے۔ایس ایچ او نے ہاتھ کے اشارے سے باہر کا راستہ دکھایا۔

ہم میڈیا کو بلا لیں گے اگر آپ نے ایف آئی آر درج نہ کی۔مومن نے وارن کرتے ہوئے کہا۔

اے تیری تو۔تجھے ادھر لاک اپ میں بند کرواتا ہوں ابھی تیری تو ہیکڑی نکلے گی۔ ایس ایچ او غراتے ہوئے اٹھا۔لیکن ایک آواز کے ابھرتے ہی ایس ایچ او کی غراہٹ منمناہٹ میں بدل چکی تھی۔

کیا ہو رہا ہے یہاں؟؟ایس پی شہروز بھٹی نے اپنے مخصوص دبنگ لہجے میں دریافت کیا۔

سر ہمیں ایف آئی آر کٹوانی ہے لیکن یہ ہمارے ساتھ تعاون نہیں کر رہے۔انساب اپنے جگہ سے کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

سر وہ یہ انتہائی شریف اور معزز انسان کے خلاف ایف آئی آر کٹوانے آئے ہیں۔ایس ایچ او منمنایا۔

جمشید صاحب آپ سے میں نے کچھ پوچھا؟؟؟شہروز بھٹی نے بے تاثر انداز میں دریافت کیا۔

درج کریں انکی ایف آئی آر اور اگلے آدھے گھنٹے میں مجھے اس پہ ایکشن چاہیے۔شہروز بھٹی آرڈر جاری کرتا جا چکا تھا۔

مومن نے ناک سکوڑتے بھنویں اچکاتے ہوئے ایس ایچ او کو گھورا جو پہلے ہی انہیں گھور رہا تھا۔

ایف آئی آر کٹوا کر مومن اور انساب کا رخ اپنے اپنے گھروں کی طرف تھا۔ایک طویل عرصے کے بعد انکے دلوں میں جلتی انتقام کی آگ ٹھنڈی ہوئی تھی۔

ضامن یوسفزئی پورچ میں گاڑی کھڑی کرتے۔گلو کمپارٹمنٹ سے پسٹل نکالتے تیزی سے نکل کر اندر کی جانب بڑھے۔

کہاں ہے یہ سنپولیا۔آج میں اس کا کام تمام کر کے رہوں گا۔وہ لاؤنج میں کھڑے ہو کر دھاڑے۔

کیاہو گیاہے۔باباب کیا کر دیا اس نے۔مرحہ بیزار سی سیڑھیاں اترتی نیچے آئی۔

تم میری نظروں سے دور چلی جاو ورنہ میں تمہیں بھی مار بیٹھوں گا۔ضامن یوسفزئی کف اڑاتے ہوئے بولے۔

آپ سے بعید بھی نہیں۔مرحہ سر جھٹکتی بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے جانے لگی جب گھر کے دروازے پہ بجتے پولیس کے ہوٹرز نے اسے رکنے پہ مجبور کیا۔

ضامن یوسفزئی کی بھی رنگت سفید پڑ چکی تھی۔اور چند لمحوں کی دیر تھی کہ مرحہ اور ضامن یوسفزئی ابھی ساکت اپنی اپنی جگہ منجمد کھڑے تھے جب پولیس کی نفری لاؤنج میں آپہنچی۔

کس کی اجازت سے تم لوگ میرے گھر میں دندناتے ہوئے گھس آئے ہو؟؟؟

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ضامن یوسفزئی زبان کی لڑکھڑاہٹ پہ بمشکل قابو پاتے ہوئے گرج کر بولے۔

میری۔مومن اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔

تم کسی گھٹیا ماں باپ کی گھٹیا اولاد۔نالی کے کیڑے کیا اوقات تھی تیری تجھے پال پاس کر پڑھا لکھا کر اس قابل کیا اور تم نے آج مجھے یہ دن دکھایا۔اس سے پہلے ضامن یوسفزئی مومن پہ جھپٹتے سپاہیوں نے انہیں تھام لیا۔

میں ایسے گرفتاری نہیں دوں گا۔ضامن یوسفزئی کے چہرے پہ پراسرار سی مسکراہٹ ابھری۔اگلے ہی پل فضا میں گولیوں کی تڑتڑاہٹ گونجی۔اور سب کے چہرے فق ہوگئے۔جو ہوا تھا وہ بے حد غیر متوقع تھا۔مرحہ نے مومن کا سہارا لیا۔صالحہ بیگم بے ساختہ دل تھامتیں زمین پہ بیٹھتی چلی گئیں۔مومن کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھٹ چکی تھیں۔وقت کی بچھی بساط پہ زندگی نے چال بدلی تھی اور پانسہ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ہر کوئی اپنی اپنی جگہ منجمد ہو چکا تھا۔آنکھوں کے سامنے بے یقینی کے دائرے سے تیر رہے تھے مگر جو کاتب تقدیر کے قلم سے لکھا جا چکا تھا وہ سب کی حیرتوں کے باوجود وقوع پذیر ہو چکا تھا۔

جاری ہے۔۔۔۔

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاالله آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین